۱۷

تحقیقات نزلہ وزکام (وبائی)

فہرست عنوانات

پیش لفظ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اَمَّابَعْدُ!

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ

﴿ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ﴾[سورۃ روم : ۳۰]

''اللہ تعالیٰ کی فطرت وہ ہے جس پر انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کی تخلیق میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی''۔

قانون فطرت پر انسان کو پیدا کر کے اس کو اس کمال پر پہنچایا کہ اس کا درجہ ملائکہ سے بھی بڑھا دیا:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾[سورۃ تین : ٤]

''تحقیق ہم نے انسان کو بہترین تخلیق بنایا''۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو قانون فطرت کے مطابق نہ صرف پیدا کیا ہے بلکہ اس کو اپنی بہترین مخلوق قرار دیا ہے، پھر اس کو اس کمال تک پہنچا دیا ہے کہ فرشتے اس کو سجدہ کریں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ کائنات اور اس کا ہر ذرہ بغیر کسی قانون کے پیدا کیا گیا ہو اور بغیر کسی قانون کے حرکت و گردش میں ہو۔ جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں، وہ غلط فہمی میں گرفتار ہیں۔ دُنیا کو سمجھنے کا صحیح اُصول یہ ہے کہ قانون فطرت کا علم حاصل کیا جائے۔ یہی سنت اللہ بھی ہے۔

قانون فطرت

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ قانون فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اور اس کا تعلق کائنات میں زمین سے لے کر آسمان تک تمام دیگر ذرّات کی حرکت و گردش نہ صرف قانون فطرت کے مطابق ہے بلکہ باہمی نظم وضبط اور اصول کے تحت ہے۔ اگر زندگی و کائنات اور نفس و آفاق کے کسی ایک ذرہ یا جزو میں حرکت ہوتی ہے تو دیگر ذرّات قانون فطرت اور اصول تعلق کے وجہ سے اپنا نظم وضبط قائم رکھتے ہوئے ضرور متاثر ہوتے ہیں۔

اس کائنات و آفاق اور زندگی و نفس کی تدوین انہی ذرات سے قائم ہے اور موالید ثلاثہ میں یہی ذرّات پنہاں نظر آتے ہیں اور انسان بھی انہی کا مجموعہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جمادات، نباتات، حیوانات، بن مانس، انسان اور نبوت تک ہر ایک میں احساس و شعور ادراک کی شدت، غور وخوض اور تدبر و تصدیق کی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ جس قدر بھی احساس و ادراک اور تصدیق یعنی علم و عقل اور حکمت بڑھتا جائے گا اس کا شعور کائنات و آفاق طبیعات و مابعد طبیعات بڑھتا جائے گا اور وہ اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا جائے گا۔

کائنات ذرّات کو طب قدیم کے قانون سے ارکان کہتے ہیں جو چار ہیں۔ جن کو بسیط تسلیم کیا گیا ہے اور وہ غیر منقسم ہیں یا فرنگی طب

کی تحقیقات میں عناصر جو تقریباً ایک کم سو ہیں جو قابل تقسیم ہیں یعنی ہر عنصر (Element) اپنے اندر مالیکیول (سالمات) اور ایٹم (مرکزی ذرہ) رکھتا ہے اور پھر یہ ذرات الیکٹران (برقیات) میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کچھ بھی تسلیم کر لیں۔ موالید ثلاثہ اور انسان میں مشترک طور پر پائے جاتے ہیں۔ گویا برقی ذرات کا ایک سمندر ہے جو مختلف اجسام میں بند بھی ہے اور ان کا آپس میں تعلق بھی ہے۔ البتہ یہ حقیقت پردہ راز میں ہے کہ ان اجسام میں احساس و ادراک اور تصدیق کی قوت اور ان کا کمال کیسے پیدا ہوتا ہے جن کی وجہ سے جمادات و نباتات، حیوانات و انسان، آدمیت و بشریت اور نبوت کا فرق نمایاں ہو جاتا ہے۔

بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ زمین سے آسمان تک ہر ذرہ منظم و منضبط اور مقررہ اصولوں کے مطابق قانون فطرت میں رواں دواں ہے۔ اس لئے اس دُنیا میں جو افعال سرزد ہوتے ہیں جن میں وبائیں و سیلاب اور جنگ و زلزلے وہ سب بغیر قانون اصول اور نظم و ضبط کے نہیں آتے اور موجودہ دور کا علم موسمیات بھی اس کی بہت حد تک تصدیق کرتا ہے۔ اس لئے وباؤں کو ہنگامی امراض نہیں خیال کرنا چاہئے۔ بلکہ کائنات و زندگی اور انفس و آفاق کو قائم رکھتے ہوئے وباؤں کو بھی ان کے تحت قوانین اور اصول میں فٹ کرنا چاہئے، تاکہ وباؤں اور آفات کے حادثات کا صحیح علم اور اس کی حکمت کا پتہ چل جائے۔ قانون فطرت کو سمجھنے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی خلاف ورزی عمداً یا جہلاً کرنے کے بعد اس کے نظم و ضبط میں خرابی واقع ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں فطرت میں ایک ردِ عمل ہوتا ہے اور یہ ردِ عمل اس طاقت کی طرف سے عمل میں آتا ہے جو اس قانون فطرت کو چلا رہی ہے جس کو مدبر عالم یا روح عالم کہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے طبیعت مدبرہ بدن یا نفس جسم انسانی کو ایک قانون کے تحت نظم و ضبط میں رکھتا ہے جس کو طبی روح کہتے ہیں۔ جب انسانی جسم کے نظام میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے تو مدبر بدن اس کی اصلاح کرتی ہے۔ اسی انسانی روح کو آیورویدک میں آتما اور روح عالم مہا آتما کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کا آپس میں ایسا ہی گہرا تعلق ہے جیسے انفس و آفاق کا تعلق ہے۔

جس طرح جسم انسان کے افعال میں فطرت کے خلاف صورتیں واقع ہوتی ہیں تو امراض پیدا ہوتے ہیں جس کے لئے مدبر بدن یا نفس حرکت میں آتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب کائنات میں خرابی واقع ہوتی ہے تو روح عالم یا آفاق میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اگر جسم کے افعال کی خرابی کو ہم امراض کہتے ہیں تو کائنات کے بگاڑ کو ہم وبائیں کہہ سکتے ہیں۔ جسم اور کائنات کے بعض بگاڑ تو ایسے معمولی ہوتے ہیں کہ ان کی مدبرہ بدن اور مدبر عالم اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ مگر جب جسم یا کائنات میں فساد اور تعفن واقع ہو جاتا ہے تو اس کی اصلاح کے لئے شدید جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ وہ فساد اور تعفن جسم اور کائنات میں غیر معمولی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ یہی فطرت کی عمداً یا جہلاً خلاف ورزی ہی گناہ ہے۔ جس کا کفارہ فوراً قانون فطرت کی طرف لوٹنا ہے۔

جاننا چاہئے کہ قانون فطرت کی خرابی صرف قوانین صحت تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ قانون اخلاق، تدبیر منزل اور اصول سیاست میں خرابیاں بھی قانون فطرت میں خرابی کا باعث ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ فطرت انسان کے ہر شعبہ حیات میں کارفرما ہے اور یہ تمام شعبے آپس میں اس طرح ترتیب پاتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہر شعبہ میں عمل اور ردِ عمل کا مدنظر رکھنا نہایت اہم ہے۔

شعور

قانون فطرت کو مختصراً ذہن نشین کرنے کے بعد دوسری شے انسانی شعور ہے۔ جو اس قانون فطرت کو سمجھتا ہے تاکہ انسان اس کو سمجھ کر اس پر قائم رہ سکے۔ جیسے ریل گاڑی اپنی پٹری پر قائم رہتی ہے اور جب وہ اُتر جاتی ہے تو جب تک اس کو پھر پٹری پر قائم نہ کیا جائے نہیں چل سکتی۔ یہ شعور

تین قسم کا ہوتا ہے: (۱) لاشعور (۲) تحت الشعور اور (۳) شعور مطلق۔ اس شعور کو نفس بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح نفس بھی تین اقسام میں منقسم ہوتا ہے:
(۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئن۔ چونکہ ان سب کی تفصیل طویل ہے، اس لئے ہم یہاں پر ضمیر کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور لفظ ضمیر بھی تقریباً شعور اور نفس کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی ان کی طرح تین صورتیں ہیں جس سے ذہن انسانی بے حد متعارف ہے اور بہت حد تک شعور و نفس اور ضمیر کا مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے: (۱) احساس (۲) ادراک (۳) عقل۔ چونکہ ان صورتوں کو بھی ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے جو لوگ اس کو سمجھنا چاہیں وہ میرا مضمون ''ثقافت کا نفسیاتی تجزیہ'' کا مطالعہ کریں۔

اسی شعور کے تحت انسان علوم وفنون اور قوانین فطرت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور انہی کی مدد سے کلیات سے جزئیات اور جزئیات سے کلیات کو ترتیب دے سکتا ہے۔ انہی کی مدد سے تصور و تصدیق اور استنباط و استخراج کر سکتا ہے۔

یقین

علوم وفنون کی ترقی اور ارتقاء اور انسانی کمالات کے لئے تیسری حقیقت یقین ہے۔ جب تک انسان علوم وفنون میں یقین کے مقام پر نہ پہنچے اس وقت تک حق کو نہیں پا سکتا۔ یقین کی بھی تین صورتیں ہیں: (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔ اور یہ منزلیں بھی یکے بعد دیگرے آتی ہیں۔ اس وقت تک یقین کا مقام پختہ نہیں ہوتا جب تک قانون فطرت کی سچائی پر ایمان نہ ہو اور اس کا یقین پختہ نہ ہو گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عوام ہر اس بات کو مان کر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں جو ان کے جذبات اور خواہشات کو بھی بھلی لگتی ہے۔ فرنگی طب کی تحقیقات کا تعلق بھی سطحی جذبات اور ضروریات سے ہے۔

نزلہ زکام وبائی کی تحقیق انہی حقائق کے تحت کی گئی ہے۔ اس لئے جو اہل علم اور صاحب فن اس کا مطالعہ کریں۔ وہ ان حقائق کو مدنظر رکھیں۔ جن دوستوں نے میری کتب ① مبادیات طب ② تحقیقات دق وسل (ٹی بی) ③ تحقیقات نزلہ زکام کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ تحقیقات نزلہ زکام وبائی سے بھی پورے طور پر مستفید ہوں گے۔

ہم چاہتے ہیں کہ نزلہ زکام کا ہر حیثیت سے احاطہ کر لیا جائے تاکہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ اگرچہ ہم نزلہ زکام پر پوری طرح سے روشنی ڈال چکے ہیں اور ایسے حقائق پیش کرتے ہیں جن کا اس سے قبل پایا جانا ناممکن ہے۔ مگر اس کی ایک صورت باقی ہے اور وہ ہے عوارضات نزلہ زکام۔ جن میں بڑھاپا خاص طور پر قبل از وقت بڑھاپا۔ قبل از وقت بالوں کا سفید ہونا۔ ضعف اعصاب خصوصاً ضعف باہ، ضعف بصارت اور ثقل سماعت وغیرہ کے متعلق جو مشکلات سامنے آتی ہیں ان کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ تمام عوارضات جس قدر زیادہ تکلیف دہ ہیں اسی قدر عسر العلاج بھی ہیں۔ طبی کتب میں ان پر روشنی تو ضرور ڈالی گئی ہے مگر ان کے حقائق ابھی تک اندھیرے میں ہیں۔ اس لئے ان کے علاج میں تاحال کامیابی نہیں ہے۔ جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے وہ نہ صرف نامکمل بلکہ اصولاً غلط ہے۔ اس میں اوّل تو ان عوارضات پر کچھ زیادہ لکھا نہیں گیا اور جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کسی قانون کے تحت نہیں لکھا گیا۔

بڑھاپا اور اس کے عوارضات کو تقریباً ہر زمانے میں زیر غور لایا گیا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں بڑھاپا ایک فطری قانون معلوم ہوتا ہے یعنی بچپن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا۔ مگر پھر بھی ہمیشہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ بڑھاپا کو روکا جائے یا کم از کم بہت دیر میں آئے اور اس کے عوارض باعث تکلیف نہ ہوں۔ لیکن اس وقت تک بڑھاپے کے جو اسباب بیان کئے گئے ہیں وہ اکثر مختلف بلکہ متضاد اور اکثر غیر یقینی ہیں۔ اس لئے بڑھاپے کو روکنے یا اس کے عوارضات سے بچنے کے لئے کوئی صحیح راہ متعین نہیں کی گئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنی تحقیقات کی روشنی میں کم از کم ایسی راہیں متعین کر سکیں۔ جن سے بڑھاپے کو بہت حد تک روکا جا سکتا ہے۔ اور اس کے عوارضات سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے ایک

جدا نمبر کی ضرورت ہے۔

رسالہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' نے گزشتہ دو تین سال کی قلیل مدت میں جو علمی اور تحقیقاتی خدمات انجام دی ہیں وہ ممبران خریداران اور قارئین کے سامنے ہیں۔ ہمارا سب سے بڑا مشن تجدید طب اور احیاءِ فن ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صدیوں سے اس میں تجدید مفقود ہے، اس لئے اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے اس نے اس کو ہڈیوں کا ڈھانچہ سمجھ کر ہلاک کرنے اور دفنانے کی بے حد کوشش کی ہے اور اس فن کی بدقسمتی سے ہر ملک میں حکومت نے اس کا ساتھ دیا ہے۔ لیکن طب یونانی کی بنیاد ایسے فطری قوانین پر ہے کہ لاکھ کوششوں کے بعد بھی فرنگی طب اس کو ختم نہیں کر سکی اب ہمارا دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں ہم تجدید طب اور احیاءِ فن کے داعی ہیں تاکہ ان ہڈیوں پر پھر گوشت پوست اور چربی چڑھ جائے اور خون اس کی رگوں میں دوڑنا شروع ہو جائے۔ اس وقت نہ صرف پاک و ہند بلکہ دُنیا بھر میں کہیں بھی تجدید طب اور احیاءِ فن کا کام نہیں ہو رہا ہے۔ اگر ہو رہا ہے تو ہم ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ اگر اور کہیں نہیں ہو رہا تو نہ صرف پاک و ہند بلکہ دُنیا بھر کے اطباء بلکہ حق پرست ڈاکٹروں اور ہومیوپیتھ کا کام ہے کہ وہ ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں تاکہ ہم جلد اپنی منزل تک پہنچ جائیں اور اس امر کو بھی نظر انداز نہ کریں کہ طبی رجسٹریشن کے مسئلے میں بھی جس جرأت اور بے باکی سے فن کو تباہ ہونے سے بچایا ہے وہ عزت بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام کی ہے۔

ان خدمات کے علاوہ آلو بطور غذا کے سلسلہ میں ماہنامہ ''خوراک'' میں امریکہ والوں سے بحث وتمحیث جاری ہے۔ ہم نے ان کو جواب دیا ہے اور چیلنج کیا ہے کہ امریکہ اور یورپ میں کوئی سائنس دان خوراک کے مسئلہ یا غذاء اور دواء کے فوری اثر کے سلسلہ میں برتری کا دعویٰ کرتا ہے تو ہم ان کو مقابلہ کے لئے للکارتے ہیں۔ یہ بحث بھی انشاء اللہ کتابی صورت میں عنقریب شائع کریں گے۔ ہماری ان خدمات فن اور تجدید کی جدوجہد میں اب اہل علم اور صاحب فن اور حکماء و اطباء کا کام ہے کہ وہ فوراً ہم سے تعاون کریں اور ہمارے گرد جمع ہو جائیں تاکہ ہم بہت جلد اس علم وفن طب کو اس مقام پر پہنچانے کی کوشش کریں۔

اطباء وحکماء اور اہل علم وصاحب فن جو یہ چاہتے ہیں کہ علم وفن اپنے صحیح انداز میں دُنیا کے سامنے آئے۔ وہ اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ جس روش پر پاک و ہند کی طبی دُنیا گزشتہ پچاس سالوں میں کام کرتی رہی ہے اور طبی کتب اور رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں۔ خصوصاً طبی درسگاہیں قائم ہوئی ہیں۔ یہ سب کچھ تجدید طب اور فن نہیں تھا بلکہ فن کی تذلیل اور اس کو فنا کی طرف لے جانا تھا۔ کیونکہ پچاس سالوں سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ فرنگی طب علمی (سائنٹفک) اور طب قدیم کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ جس کے نتیجہ میں حکماء واطباء اہل کمال وصاحب فن نے اس کو اپنانا شروع کر دیا۔ آج بھی ہماری طبی کتب وطبی رسائل، طبیہ کالج اور مطب اس امر کی گواہی دے رہے ہیں کہ ان میں نوے فیصدی فرنگی طب رچی ہوئی ہے اور دس فیصد جو طب قدیم داخل ہے وہ بھی اس نوے فیصد فرنگی طب کی تقلید میں زیر عمل ہے۔ اس لئے جس وقت تک فرنگی طب کو طب قدیم سے الگ نہیں کر دیا جائے گا اور خالصتاً طب قدیم کو اپنی فطری قدروں پر قائم نہیں کیا جائے گا، کامیابی نہیں ہوگی۔

اس غلط روش کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اس غلط فہمی میں گرفتار ہے کہ فرنگی سائنس نے بہت زبردست ترقی کی ہے۔ خصوصاً میڈیکل سائنس نے اس میں بہت کمالات دکھائے ہیں۔ جب ایسے طبقہ سے سوال کیا جائے کہ آپ طب قدیم کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔ کسی حد تک ماہیت امراض، علم علاج اور خواص الادویہ سے واقف ہیں۔ تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فرنگی طب کا آپ کو کچھ علم ہے۔ جراثیم امراض کیسے پیدا کرتے ہیں۔ ادویات جراثیم کو کیسے ہلاک کرتی ہیں اور غذا میں وٹامن کا تناسب

کیا ہونا چاہئے۔ تو وہ جواب دینے کی بجائے منہ تکتے ہیں اور ان کا علم صفر سے آگے نہیں بڑھتا۔ تو پھر ایسے طبقہ کو کیا حق حاصل ہے کہ طِب قدیم کی برائیاں اور فرنگی طب کی حمایت کریں۔

بہر حال ہماری کوشش ہے کہ ہم تجدید طب اور اطباء فن کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ طبقہ کے ساتھ بھی فرنگی طب کی غلطیاں اور غیر فطری ہونا ثابت کرتے جائیں تا کہ وہ اس کو علمی (سائنٹفک) اور اصولی (سسٹومیٹک) کہنا چھوڑ دے اور بہت جلد پاک و ہند میں صحیح طبی نظام جاری ہو جائے۔

آخر میں ہم اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کسی کو تعاون کے لئے مجبور نہیں کرتے، صرف اپنا کام پیش کرتے ہیں۔ بہر حال ہم نے کام جاری رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مخلص لوگوں کی سرپرستی سے تحریک اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ وہ جاری رہ سکے۔ ہم نے جو خاص نمبر جاری کیے ہیں وہ خدمت فن کے بہترین نمونے ہیں۔ آئندہ بھی جو لوگ تعاون کرتے رہیں گے۔ نہ صرف خود مستفید ہوں گے بلکہ علم وفن طب کی خدمت کر سکیں گے۔ وماعلینا الا البلاغ

صابر ملتانی-لاہور
09/06/1960

وبائی امراض کی حقیقت

وبائی امراض کی تعریف

وبائی امراض کی تعریف اس سے بہتر نہیں کی جا سکتی کہ بیک وقت بے شمار اشخاص یا دیگر جاندار گرفتار مرض ہو جائیں اور اگر وباء شدت اختیار کر جائے تو کثرت سے اموات واقع ہوں۔ اگر اموات کی تعداد حد سے بڑھ جائے یعنی سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ جائے تو لوگ اپنے مردے چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگ جائیں۔ وباء کے مفہوم میں اس کی شدت اور پھیلاؤ اور عمومیت کے اظہار کے ساتھ ساتھ خوف و ہراس اور بے اُمیدی بھی پائی جائے۔ موت کا خوفناک اور خونی پنجہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے نظر آئے۔

یہ صورتیں زمانہ قدیم سے مشاہدہ میں آ چکی ہیں۔ جن پر تاریخی کتب گواہ ہیں کہ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ اچانک دیکھتے ہی دیکھتے اس کثرت سے پھیل جاتی ہیں جو گھروں کے گھر اور شہر کے شہر دنوں میں تباہ کر ڈالتی ہیں اور ہزاروں مخلوق خدا کو بغیر امتیاز شخصیت و عمر اور غریبی و امیری کے خاک میں ملا دیتی ہیں اور اکثر انسان بے بس کھڑا منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔

صورت وقوع وباء

بعض ایسی ہیں جو موسموں کے تغیر میں پائی جاتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو قحط کے زمانے میں پھوٹ پڑتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو جنگوں کے بعد نمودار ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض زلزلوں اور سیلابوں کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں بعض ایسی ہیں جن کا تعلق خاص خاص اقوام اور ممالک کے ساتھ ہے۔ جہاں پر وہ وقتاً فوقتاً سلگ اٹھتی ہیں۔

وبائی امراض کی حقیقت سے فرنگی کی لاعلمی

وباء اور عام امراض میں اکثر فرق کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کا عام امراض سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اکثر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہر نئی وباء کی تشخیص کی جائے اور حقیقت معلوم کی جائے۔ ہزاروں سال سے وبائیں آ رہی ہیں اور جا رہی ہیں مگر فرنگی ڈاکٹروں کو آج تک ان کی حقیقت کا علم نہیں ہوا۔ ہر نئی وباء جب بھی آتی ہے وہ مدتوں یہ معلوم نہیں کر پاتے کہ یہ کیا مرض ہے؟ کس مرض کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور خاص طور پر کس عضو کے ساتھ تعلق رکھتی ہے؟ اور جب ان کو کچھ کیمیاوی طور پر پتہ چلتا ہے اس وقت تک بے شمار انسان مر چکے ہوتے ہیں یا وہ اس وباء کو دیگر شہروں اور ممالک میں پھیلانے کا موجب بن چکے ہوتے ہیں۔ گویا اس میں شدت پیدا ہو چکی ہوتی ہے اور بہت حد تک وہ اپنا کام کر چکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ وباء اور عام امراض میں سوائے شدت و عمومیت اور ایک وسیع پھیلاؤ کے اور کچھ فرق نہیں ہوتا۔ چونکہ عوام کے سامنے مرض کی شدت کے نمونے روزانہ نہیں آتے۔ اس لئے اس شدت میں فوری تبدیلی اور موت دیکھ کر وہ خوف و ہراس اور بے اُمیدی سے گھبرا جاتے

ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کا کوئی نیا قہر خیال کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ اس کا قہر صرف ان معنوں میں ہے کہ کہ انسان قانون قدرت سے ناواقف اور اصول فطرت سے ناآگاہ ہونے کی وجہ سے دُکھ اٹھاتا ہے، ورنہ لکل داء دواء۔ جب زندگی اور کائنات کے قوانین فطری مقرر کر دیتے ہیں پھر ان حوادث کا علم کیوں نہ ہونا چاہئے۔ وہ آسمانی ہوں یا زمینی یا انسانی اعمال کا نتیجہ ہوں اور وباء وآفت اور بلا کی صورت میں سامنے آ جائے اور انسان کو اس کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

فرنگی سائنسدان کی خدا کے تصور سے دوری

فرنگی سائنسدان نے جہاں قانون فطرت اور اسرار قدرت کے بحر ناپائید کنار کے چند قطروں کی جھلک دیکھی ہے۔ بقول ''نیوٹن'' کہ ''میں نے تو سائنس اور علم کی دُنیا کے سمندر کے کنارے صرف چند کنکریاں چنی ہیں''۔ لیکن سائنسدانوں کا حال یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے تصور سے دور ہوگئے ہیں۔ بلکہ اکثر سائنسدانوں کی حالت یہ ہے کہ اللہ علیم حکیم کے تصور کو بھی غیر ضروری خیال کرنے لگ گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ کا تصور ہی ختم ہو جائے تاکہ آئندہ سائنس کی دُنیا میں کسی ایسی ہستی کا ذکر نہ آئے کہ کوئی ایسی ہستی بھی ہے، جس نے زمین آسمان اور اس کی تمام مخلوق پیدا کی ہے اور اس کا نظام خود چلا رہا ہے۔

اسی تصور کے تحت وباؤں کے متعلق بھی ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خداوند جبروت کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ ان کو مذاق اور توہم کہا جاتا ہے۔ اور فرنگی تہذیب زدہ اور انگریزی تعلیم یافتہ تو اس سائنس دان سے کہیں آگے ہیں اور وہ خداوند جل شانہ پر تمسخر اڑاتا ہے اور اپنے گندے جذبات کی تسکین میں پوری جدوجہد کرتا ہے۔ خداوند قہار کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اس کا ضمیر اس کو برائی سے نہ روکے اور وہ نفس کی تسکین کے لئے گناہ پر گناہ کرتا جائے اور دوسروں کو اپنے گندے جذبات کا شکار بناتا رہے۔ انہی قسم کے خیالات کا ایک ٹکڑا درج ذیل ہے:

> ''قدیم زمانے میں کیا عوام کیا فلاسفر جمہور ان وباؤں کو خدائے تعالیٰ کے جبروت اور قہرمان کا اظہار سمجھتے تھے۔ اگر کوئی اتفاقی امر بڑے پیمانے پر اس قسم کا واقع ہو جاتا جس کو عام رائے گناہ عظیم قرار دے تو وباء کا حملہ اس گناہ کی سزا گنی جاتی تھی۔ اس قسم کے اعتقادوں کی تصدیق بھی عجیب عجیب واقعات سے ہوا کرتی تھی۔ عنقریب آنے والی وبائی آفات کی اطلاع سماوی اور افلاکی حادثات دیتی تھیں یا تو دو منحوس ستاروں کا اثر ہوتا یا دو سعد ستارے ہبوط اور زوال میں متصل ہو جاتے۔ کبھی شہاب ثاقب ٹوٹتے، بھونچال آتے، بجلیاں گرتیں۔ چنانچہ غریب مریخ اور زحل کو ان بدبختیوں اور آفات کا خاص طور پر ذمہ دار قرار دیا گیا''۔

اتنا کچھ لکھنے کے بعد اور مذاق سے آگے لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ جہالت کے سوا کچھ نہ تھا جس کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

> ''رفتہ رفتہ جب زمانے نے طفولیت سے سنبھل کر بلوغت کی سیڑھی پر قدم رکھا تو لوگوں کو خیال پیدا ہونے لگا کہ اگرچہ موت وحیات ایسے اسرار ہیں جن کی حقیقت انسان کے ادراک کے ماسوا ہے تاہم بلاوجہ باپ کو بیٹے سے جدا خاوند کو بیوی کے کنار محبت سے تادوام جدا کر دینا۔ بادشاہوں کو بلاقصور تخت پر سے اتار تختہ تابوت پر بٹھا دینا۔ لاکھوں خلقت خدا کو تباہ و برباد کر دینا۔ غفار اور رحیم خدا کا کام نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس قسم کے خیالات دل میں لانا خدا کی محبت اور رحم کو الزام لگانا ہے۔ فی زمانہ علماء نے رفتہ رفتہ ان بچپن کے خیالات کو چھوڑا۔ اس قسم کے خیالات علمی ترقی اور تحقیقات کے لئے سدراہ ہوا کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ وبائیں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں تو پھر ان کی روک تھام کی تدابیر کرنا اور چارہ

جوئی بے سود ہو جاتی ہے۔ اور یہ کہہ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا کافی ہوتا:

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

[از علم وعمل طب]

اس قسم کے خیالات فرنگی تعلیم یافتہ لوگوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں جو فرنگی سائنسدانوں کی بے بصیرتی اور جہل مرکب کا نتیجہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نگاہیں گہری ہیں اور وہ ایک تحقیقاتی علم (سائنس) سے دوچار ہیں۔ انہوں نے حقیقت کو پالیا ہے۔ اس تجرباتی اور مشاہداتی علم میں کسی خدا کے دخل اور مذہب کے اثر کی ضرورت نہیں ہے۔

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان عقل کے اندھوں کو نہ قانون قدرت کا علم ہے اور نہ اصول فطرت سے واقفیت ہے۔ اور نہ ہی سنت الہیہ اور نہ ہی مشیت ایزدی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان سائنسدانوں نے خداوند حکیم کی قدرت اور قانون فطرت کے تعلق کو جاننے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اگر سائنسدانوں کے نظریات کے مطابق یہ کائنات اور زندگی کسی کی پیدا کی ہوئی نہیں ہے۔ یہ ایک واقعاتی کیمیائی صورت ہے، بلکہ اتفاقی اور حادثاتی واقعہ ہے۔

ہم بھی یہی تسلیم کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے اپنے اوپر رحم فرض کیا ہوا ہے۔ وہ ظالم نہیں ہے۔ اس کا قہر وجبروت ہمیشہ ظلم اور جہالت کے مقابل ہوتا ہے۔ وہ سزا نہیں ہوتی، اصلاح ہوتی ہے۔ اسی مسلمہ حقیقت کے تحت ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ وبائیں اور قحط، یہ زلزلے اور سیلاب یقیناً اللہ قہار وجبروت کی طرف سے آتے ہیں مگر ان کی وجہ قانون قدرت اور اصول فطرت سے لاعلمی اور سنت الہیہ اور مشیت ایزدی سے دوری ہے۔ جو قانون قدرت خداوند حکیم نے اصول فطرت پر مقرر کر دیئے ہیں جن کا ذکر مذہبی کتب میں درج ہے اور علم وفلسفہ اس کی تائید کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی ان قوانین کو توڑے گا یا فطرت کے اصولوں پر زندگی کو نہیں چلائے گا۔ نتیجہ میں قانون قدرت اور اصول فطرت کا ردعمل ہوگا۔ یہ ردعمل صرف زندگی تک محدود نہیں ہوگا، بلکہ کائنات کے عوامل پر بھی اثر انداز ہوگا۔

یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ زندگی کا تعلق اس کائنات وآفاق اور سماوی دُنیا سے نہیں ہے۔ جب ہے تو یقیناً زندگی پر ان کا اثر ہے اور اسی طرح ان پر زندگی کا اثر بھی ہونا چاہئے۔ یہ اثرات انفس وآفاق کے اعمال کے افعال سے صادر ہوتے ہیں۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ریڈیو کی آوازیں اور روشنی کی لہریں ان امور کی تصدیق کرتی ہیں کہ انسانی آواز اس فضا میں نہ صرف غیر معمولی تیزی کے ساتھ اثر کرتی ہے بلکہ اُتار چڑھاؤ کے ساتھ محفوظ بھی رہتی ہے اور انہی الفاظ کی بندش کے ساتھ دُنیا کے ہر حصہ پر سنی جاسکتی ہے۔ بلکہ ہم اپنی تصویر تک بغیر کسی ظاہری تعلق کے ہزاروں میلوں تک منتقل کر سکتے ہیں۔ تو پھر کیسے سمجھ لیا جائے کہ ہماری زندگی کا کائنات پر اور انفس کا آفاق پر کچھ اثر نہیں ہے۔ انہی قوانین قدرت کے تحت ہمارے گناہ ہمارے لئے وبائیں اور آفات لاتے ہیں۔

گناہ کیا ہیں؟ گناہ اور کچھ نہیں ہیں صرف قانون قدرت اور سنت الہیہ کو تسلیم نہ کرنا۔ اصول فطرت اور مشیت ایزدی سے انکار کرنا ان کے مطابق عمل نہ کرنا۔ جس کا ردعمل ایک سزا کی صورت (ایڈجسٹمنٹ) میں ہے۔ اس کا دوسرا نام دین ہے۔ بہرحال اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وبا وقحط اور زلزلہ وسیلاب میں ہمارے ایسے اعمال کا ضرور اثر ہے جو قانون قدرت اور اصول فطرت، سنت الہیہ اور مشیت ایزدی کے خلاف ہوں گے۔ اگر ہم ایسا تسلیم نہ کریں تو یہ دُنیا بے معنی بن کر رہ جاتی ہے۔ اس صورت میں انسان نہ اپنی زندگی کا مواخذہ کر سکتا ہے اور نہ انسان کو انسان سمجھ سکتا ہے۔ وہ صرف حیوان مطلق بن کر رہ جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علم سائنس کا دعویٰ صحیح ہے کہ یہ علم تجرباتی اور مشاہداتی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس سائنس کے صحیح ہونے کا

ثبوت کیا ہے۔ آج تک بے شمار سائنس کے مسائل غلط ہو چکے ہیں۔ ہر نیا سائنس دان گزشتہ سائنٹفک مسائل کو غلط قرار دیتا ہے۔ بعض سائنسدان تو ایسے آئے ہیں جنہوں نے گزشتہ تمام سائنس کو بالکل غلط قرار دے دیا ہے۔ جیسے حکیم آئن سٹائن۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس ہمیشہ شاخوں کی تحقیق میں لگی رہتی ہے اور جڑ کی طرف نہیں آتی۔ جس کو اصول کہا جاتا ہے۔ اگر جزئیات کی تحقیق کرے بھی تو ان سے کلیات ضرور تیار کرنے چاہئیں تاکہ جزوکل کا تعلق قائم رہے۔ یہ تعلق صرف فلسفہ سے قائم رہ سکتا ہے۔ آج جدید سائنس دان اس امر کو اچھی طرح محسوس کر رہے ہیں۔ نہ صرف تجربہ اور مشاہدہ کوئی شے نہیں ہے اس کے ساتھ کلیات بھی ہونے چاہئیں۔ اور جزوی تجربات و مشاہدات کی کلیات کے ساتھ تطبیق ہونی چاہئے۔ نیز ہر قسم کے تجربات و مشاہدات اور کلیات کا تعلق قانون فطرت سے ہونا چاہئے۔ جب تک کسی تجربہ و مشاہدہ کی کلیات اور قانون فطرت سے تطبیق نہیں ہے اس وقت تک کوئی تجربہ و مشاہدہ بلکہ عقل بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنا اپنا تجربہ و مشاہدہ اور عقل رکھتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ تمام شخص عقل و ذہن کی حیثیت سے ایک مقام نہیں رکھتے ان میں بے وقوفوں کو چھوڑ دیں تو بھی کم عقل و ذہن والے بھی ہیں اور انتہائی عقلمند اور ذہین بھی پائے جاتے ہیں اور ان سب سے بڑھ کر مقام نبوت ہے جس کا عقل و ذہن یقیناً وجدان کی بلندیاں طے کر چکا ہوتا ہے اور اس پر الہام اور وحی کی بارش ہوتی ہے۔ اس لئے انتہائی عقل و ذہن کے مذہب کی تعلیم اور فیصلے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

اگر یورپ و امریکہ اور روس کو ہم حق شناس اور حقیقت پسند فرض بھی کر لیں تو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں تک اخلاقیات و اقتصادیات اور سیاست و مذہب کا تعلق ہے وہ بالکل ناکام ہیں۔ ان کے اخلاقی افلاس کا یہ حال ہے کہ عریانی و نفسانی زندگی کے ساتھ ساتھ حیوان بنے پھرتے ہیں۔ پیٹ کی بھوک کے ساتھ جنسی بھوک ختم نہیں ہوتی۔ دوسرے کا حق چھیننا، چوری، ڈاکہ، بزنس میں بددیانتی و بلیک مارکیٹ اور لوٹ کھسوٹ روزانہ کے کام ہیں۔ اجتماعی برائیاں اور حکومتوں کی سامراجیت کو وہ چالاکی اور ذہانت شمار کرتے ہیں۔

اقتصادیات کی بدحالی کا یہ حال ہے کہ عوام کی ضروریات کو مدنظر نہیں رکھا جاتا ہے۔ غریب کو بھوکا مارا جاتا ہے۔ ڈیمانڈ بڑھائی جاتی ہے۔ ڈیوین کو روک دیا جاتا ہے۔ اور پروڈکشن کو چھپا دیا جاتا ہے یا برباد کر دیا جاتا ہے تاکہ مال زیادہ سے زیادہ مہنگا فروخت کیا جائے۔ ان برائیوں کا نام اکنامکس (اقتصادیات) رکھا ہے۔ گویا ایک بڑا طبقہ بالکل غریب ہو کر بھوکا مرے اور ایک قلیل طبقہ دولت سے مالا مال ہو کر عیاشی کرتا پھرے۔ اور اگر اس کی اس عیاشی میں کوئی رکاوٹ بنے تو قتل و غارت گری پر اُتر آئے۔ کیا یہی ماڈرن سائنس اور جدید علمی روشنی ہے۔

جہاں تک سیاست کا تعلق ہے جمہوریت اور عوامی حکومتوں کے نام دے کر ان کو بدنام کیا گیا ہے کہ حکومت ہمیشہ عوام کے چناؤ سے، عوام کے ذریعے سے اور عوام پر کی جائے۔ مگر عوام کا چناؤ ہمیشہ زر وزمین اور زن سے خرید لیا جاتا ہے۔ اس طرح عوام ختم ہو جاتا ہے اور سرمایہ دار ہمیشہ برسر اقتدار رہتا ہے۔ اگر کوئی عوام میں سے خوددار برسر اقتدار آ جاتا ہے تو وہ قتل کر دیا جاتا ہے۔ دُنیا بھر کی تجارت سرمایہ دار کی کنیز بنی رہتی ہے یا وہ حکومت کے نام پر تجارت کرتا ہے۔ سرمایہ دار اور حکومت کرنے والا طبقہ خاص خاص درس گاہوں میں خاص نظریات کے مطابق تعلیم حاصل کرتا ہے تاکہ وہ سرمایہ دار اور حکومت کی خانہ پری کرتا رہے اور محکوم ہمیشہ محکوم رہے۔

مذہب، یورپ و امریکہ اور روس تینوں جگہ پر ختم ہو چکا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں حکومت کی بنیادوں کو قائم رکھنے کے لئے ان کی عجائب خانوں (گرجوں) کو بڑی حفاظت اور احترام سے رکھ دیا گیا ہے۔ جہاں پر حکومت کے تنخواہ یافتہ پادری اس کو ایک قدیم یادگار کے طور پر دکھاتے رہتے ہیں۔ پھر اس کو بڑے تقدس سے لپیٹ کر رکھ چھوڑتے ہیں یا ان کے ادیب۔ اپنے ادب میں اس مذہب کے تقدس اور احترام کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور ہر ایک کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ مذہب کے ساتھ جو سلوک چاہے کرے۔ ان پر خدا اور آخرت کی کوئی بندش نہیں ہے۔ حکومت مذہب کے معاملے میں آزادی دینا اپنا فرض اور عوام کا حق خیال کرتی ہے۔

جب یورپ وامریکہ اور روس کے اخلاقیات واقتصادیات اور سیاست ومذہب کا یہ حال ہے جہاں احترام انسانیت نہیں ہے اور حیوانی تقدس اور حیوانیت کو مقدم کردیا گیا ہے۔ کیا کوئی صحیح معنوں میں اخلاق کی قدروں کو سمجھنے والا یا وہ صاحب دل ودماغ جس نے دُنیاوی معاشرہ کی بنیاد انسانیت پر اور اس کی واحدانی (فسٹ یونٹ) صرف انسان کو قرار دیا ہو۔ وہ کیسے ان کی سائنس وعلم اور تحقیقات کو صحیح قرار دے سکتا ہے۔ کیا عریانی وجنسی بھوک اور غریب مار اور انانیت کی تباہی کو یورپ وامریکہ کی عقلمندی اور ذہانت کہا جاسکتا ہے؟ کیا اس گندی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو نمونہ بنا کر اس کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ ایک صاحب عقل واہل علم اور مالک وجدان کے لئے یقیناً محل نظر ہے۔

اسباب وبائی امراض

وبائی امراض کی پیدائش کے اسباب میں طب قدیم اور فرنگی طب میں بہت کچھ نظریاتی اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے علاج میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔ اگرچہ فرنگی طب (ماڈرن میڈیکل سائنس) کا دعویٰ ہے کہ اس نے علم الوباء (اپی ڈیمالوجی Epidemiology) کی بنیاد رکھی ہے مگر ہماری تحقیقات یہ ہے کہ فرنگی طب علم الوباء خصوصاً وبائی امراض کی پیدائش سے قطعاً ناواقف ہے اور جس قدر بھی اس کے پاس علم ہے اوّل تو عطائی قسم کا ہے دوسرا بہت سا حصہ طب عربی اور ہندی کی نامکمل پیروی ہے۔ تیسرا ان کا تمام علم الوباء اور وبائی امراض علم الجراثیم کے گرد گھومتا ہے۔ جہاں سے وہ گمراہی میں گرفتار ہوئی ہے۔ معلومات کے لئے فرنگی طب کے علم الوباء کا مختصر خلاصہ پیش کرتے ہیں تاکہ ہماری تحقیقات پوری طرح ذہن نشین ہوسکے۔

فرنگی علم الوباء

میڈیکل سائنس (فرنگی طب) وبائی امراض کو بھی دیگر متعدی امراض کی طرح متعدی تسلیم کرتی ہے۔ فرق صرف یہ کیا جاتا ہے کہ عام متعدی امراض بالواسطہ اثر انداز ہوتے ہیں مگر وبائی امراض بلاواسطہ پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس لئے متعدی امراض کے اثرات کو دوصورتوں سے تسلیم کیا گیا ہے۔

بالواسطہ چھوت

چھوت بالواسطہ ہمیشہ کسی توسل سے پھیلتی ہے۔ یہی صورت وبائی ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں۔

الف: ہوا یا موسم میں متعدی اثرات پیدا ہوجائیں۔ پھر وہ جسم انسان میں جاکر زہریلا اثر پیدا کردے۔

ب: مریض کے فضلات یا مستعملہ اشیاء جب غلطی سے کسی تالاب یا جوہڑ یا کنوئیں میں چلی جائیں تو اکثر متعدی امراض پھوٹ پڑتے ہیں۔

ج: کسی کرم نما جانور کے ذریعے جسم انسان میں متعدی امراض کے زہریلے جراثیم داخل ہوجائیں۔ مثلاً ملیریا میں مچھر کے ذریعے اور پسو مرض طاعون کے جراثیم لے کر تندرست کے جسم میں پہنچاتا ہے۔ اسی طرح دیگر کرم مثل جوں، کھٹمل، مکھیاں اکثر وبائی امراض کے پھیلانے کا باعث ہوتی ہیں۔

کرم نما جاندار امراض کی پیدائش اور وباء پھیلانے میں تین طریقے پر کام کرتے ہیں:

اوّل- زھر بردار: ایسے کرم نما جاندار زہریلے ومتعفن اور گندے مواد کو ایک مقام سے اٹھا کر دوسرے مقام پر لے جاتے ہیں۔ ان کو انگریزی میں ''کیریئر'' کہتے ہیں۔ جیسے مکھی، جو عام طور پر زہریلے ومتعفن اور غلیظ وناپاک گندگی کے ڈھیروں اور بول وبراز پر بیٹھ کر اور پھر انسانی اغذیہ اور زخموں پر بیٹھ کر ان کو متعدی بنادیتی ہے۔ جن سے مختلف امراض پیدا ہوجاتے ہیں اور وبائیں پھیلتی ہیں۔ بعض دفعہ انسان خود زہر بردار بن جاتے

ہیں جو مکھی کی طرح یہی مواد ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔اس طرح جراثیم ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

دوم۔ زہر آلودہ: اکثر جراثیم کرم نما جاندار کے جسم میں داخل ہو کر اپنی نسل اور پود بڑھاتے ہیں۔ پھر ان جراثیم یا جراثیمی مواد کو انسان کے خون میں یا جسم میں داخل کر کے اکثر متعدی امراض کا باعث بنتے ہیں۔ جیسے "مچھر" وغیرہ۔ایسے کرم نما جاندار دراصل انسان کا خون چوستے ہیں اور اس طرح امراض کے زہر اور جراثیم جسم انسان میں داخل کر دیتے ہیں۔

سوم۔ زہر دار: ایسے کرم نما جو خود اپنے اندر خاص قسم کے زہر رکھتے ہیں جو اپنے گزند سے امراض پیدا کر دیتے ہیں اور ایسے امراض بھی متعدی صورتیں اختیار کر سکتے ہیں۔ایسے کرم نما جانداروں کی مثال تیلنی مکھی، جوں، کھٹمل، پسو اور چچڑی ہیں۔

وباء کا پھیلنا

جب جراثیم کسی جسمانی ساخت میں داخل ہوتے ہیں تو جسم ان سے متاثر ہو کر اپنے افعال میں اعتدال قائم نہیں رکھ سکتا۔اس حالت کا نام مرض ہے۔ جراثیم کے ضرر سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان کو متعدیہ کہا جاتا ہے اور اس عمل کو جس کے ذریعہ جراثیم امراض پھیلاتے ہیں چھوت (انفیکشن) کہتے ہیں اور جو جراثیم امراض پیدا کرتے ہیں ان کو بیکٹیریا کہتے ہیں۔ یہی چھوت دار جراثیم جب اپنے حملے میں کثرت اور تیزی اختیار کر لیں اور عمومی صورت پیدا ہو جائے تو اس کو وباء کہتے ہیں۔

فرنگی طب میں وباء کا تصور

فرنگی طب چونکہ اکثر امراض بلکہ ہر مرض کا باعث جراثیم ہی کو قرار دیتی ہے۔اگرچہ بہت سے امراض کے جراثیم کا ان کو علم نہیں ہے لیکن وبائی امراض کو وہ یقیناً جراثیمی اور چھوت دار امراض قرار دیتی ہیں۔ چاہے یہ وبا موسم کی خرابی، آب وہوا کی بے اعتدالی اور زلزلہ وسیلاب کی تباہ خیزی ہی وجہ سے کیوں نہ ہو، وباء کے زمانے میں فرنگی طب کا یہی حربہ کام کرے گا کہ وہ جراثیم اور چھوت دار مواد کو تباہ کریں چاہے وہ انسان کے جسم میں ہو یا جسم انسان سے باہر کہیں نظر آئے یا کسی جگہ پر اس کے ہونے کا امکان پایا جائے۔اس کے علاوہ کسی اور صورت پر زور نہیں دیں گے۔مثلاً غذا کی بے قاعدگی، آب وہوا کی بے اعتدالی، موسم کی خرابی اور زلزلہ وسیلاب کے خطرناک اثرات کو ہمیشہ نظر انداز کرتی رہے گی۔ اگر ان کی طرف بھی کچھ توجہ ہوگی تو وہ صرف جراثیم اور چھوت دار موسم کا دور کرنا مقصد ہوگا حالانکہ مندرجہ بالا تمام صورتیں قدرت کی دسترس میں ہیں اور فطرت کے ایسے اعمال ہیں جن پر انسان کا عمل دخل کچھ نہیں ہے۔ ایسی صورتوں میں دیگر تغیرات فانی کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ان پر انسان کی دسترس نہ ہو تو جسم انسان کو غیر معمولی تغیرات سے بھی روکنے اور بچانے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے صرف جرم کش اور دافع تعفن ادویات واعمال کے علاوہ دیگر صورتیں بھی کام لانی چاہئیں۔ جن سے اعتدال جسم ونفس قائم رہ سکے۔اور وباء کی پوری روک تھام ہو سکے۔ بلکہ قبل از وقت وباء کو عوام کی زندگیوں کو بچایا۔

علم الوباء طب قدیم

طب قدیم میں علم الوباء بہت وسیع ہے۔ مختصر طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ وباؤں کے اسباب ارضی وسماوی دونوں صورتوں میں تسلیم کرتی ہے۔ جب ارضی اور سماوی کی تشریح کی جاتی ہے تو پھر اس کے پھیلاؤ کا صحیح پتہ چلتا ہے۔ چونکہ انسانی نفس اور زندگی کا تعلق اسی آفاق اور کائنات سے ہے جو زمین وآسمان سے مل کر بنی ہوئی ہے۔اس لئے طب قدیم میں ابتدائی قوانین طبیہ بیان کرنے میں ان تمام امور کو سامنے رکھا ہے۔ جس میں انفس وآفاق اور زندگی وکائنات دونوں شریک ہوں۔ گویا دونوں کا گہرا تعلق اور چولی دامن کا ساتھ ہے اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں

یعنی جب زمین وآسمان میں کوئی تغیر پیدا ہوگا۔ اس کا اثر زندگی اور نفس پر ضرور پڑے گا۔ اسی طرح جب زندگی اور نفس میں تغیرات پیدا ہوں گے۔ کائنات وآفاق پر بھی اثر انداز ہوں گے۔ بالکل اسی طرح جیسے جسم اور نفس دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہیں۔لیکن دونوں ایک دوسرے سے جدا جدا ہستی بھی رکھتے ہیں۔ان میں سے ایک مادی اور دوسرا غیر مادی ہے۔مگر حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بلکہ انسان ہی قائم نہیں رہ سکتا۔ایک نفسیات ومنافع اعضاء کا ماہر دونوں کے تعلقات کو پوری طرح سمجھ سکتا ہے۔ یہی صورت آفاق کی بھی ہے۔ وہ نفس کے ساتھ متعلق ہے۔یہی تعلق کائنات اور زندگی کا بھی ہے۔اگر اس کائنات اور آفاق میں زندگی اور نفس ختم ہوجائیں تو اول الذکر کا قیام بھی مشکل ہوجائے۔کیونکہ ثانی الذکر ان کے اجزاء لاجزاء ہیں۔بالکل اسی طرح جیسے نفس اور جسم کو الگ اور جدا نہیں کیا جاسکتا۔

وباءاور امور طبعیہ

وباءاور اس کی وسعت اور اس کے اثرات کائنات زندگی پر سمجھنے کے لئے امور طبعیہ کا ذہن نشین رکھنا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ امور طبعیہ چند ایسے امور ہیں جن پر انسانی زندگی کا قیام ہے اور اگر ان میں سے ایک بھی نفی کردیا جائے تو زندگی کا قیام ناممکن ہوجاتا ہے۔اسی طرح اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح امور طبعیہ کا تعلق ایک طرف انسانی زندگی کے ساتھ تو دوسری طرف کل کائنات کے ساتھ ہے۔

جاننا چاہئے امور طبعیہ سات ہیں: (۱) ارکان (۲) مزاج (۳) اخلاط (۴) اعضاء (۵) ارواح (۶) قوئی (۷) افعال۔

جن کی تشریحات طبی وطبعی اور فلسفہ کی کتب میں تفصیل سے درج ہیں۔اور ہر اہل فن اور صاحب علم جانتا ہے۔ہم یہاں پر صرف زندگی اور کائنات سے ان کا باہمی تعلق بیان کرکے واضح کردینا چاہتے ہیں کہ زندگی اور کائنات کس طرح آپس میں وابستہ اور منسک ہیں۔

جاننا چاہئے کہ امور طبعیہ میں اعضاء ایک درمیانی شے یا بنیاد زندگی ہیں۔ان کی تشکیل ارکان ومزاج اور اخلاط سے وجود میں آئی ہے اور ان کا رواں دواں ہونا ارواح وقوئی اور افعال کے زیر اثر ہے اور تنظیم پاتے ہیں۔اس امر سے ثابت ہوا کہ اعضاء دونوں صورتوں میں مجبور محض ہیں۔ یعنی اول صورت میں یعنی تشکیل میں جن تین امور کے ساتھ تعلق ہے اس کی ابتداء اگر اخلاط سے ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتے ہیں لیکن اس کی انتہاء ارکان اور ان کے مزاج پر ہے۔اور ارکان اور ان کے مزاج کا تعلق کائنات سے ہے۔گویا جو کچھ بھی کائنات میں وارد ہوگا یا جو کچھ بھی اس کا مزاج ہوگا۔وہی مزاج اخلاط کا ہوگا جن سے اعضاء غذا حاصل کرتے ہیں۔اس لئے حکماء اور اطباء نے اعضاء کے افعال کی خرابی کے اسباب میں کیفیات اور مزاج کو شریک رکھا ہے۔ بالکل یہی صورت وباؤں میں نمایاں طور پر وارد ہوتی ہے۔ کیونکہ وباؤں میں کوئی ایک انسانی کیفیات خراب نہیں ہوتیں بلکہ کائنات کی کیفیات اور مزاج میں شدید تغیر پیدا ہوجاتا ہے۔ جہاں پر اعضاء بالکل مجبور ہوجاتے ہیں اور مقابلہ کی تاب نہ لاکر ختم ہو جاتے ہیں۔وباؤں کے مقابلے اور قیام اعضاء کے لئے جو جدوجہد کی جاتی ہے اسی کا نام علم الوباء ہے۔

دوسری طرف یہی اعضاء پوری طرح ارواح قوئی اور افعال کے ماتحت ہیں۔ارواح سے مراد لطیف اخلاطی بخارات ہیں جو حامل خون ہیں اور قوئی نفس انسانی وہ ہیں جو جسم میں افعال ظاہری اور باطنی کے لئے تحریکات پیدا کرتے رہتے ہیں۔گویا یہاں بھی اعضاء اور ان کے افعال انفس کے ماتحت ہیں اور نفس کائنات اور آفاق ہیں۔اور یہ حقیقت ہے کہ کائنات کا پھیلاؤ ارضی اور آفاق کا پھیلاؤ سماوی ہے۔ گویا اعضاء انسانی ارضی اور سماوی کے جہاں پر ایک جزو ہیں وہاں پر اس کے شریک بھی ہیں۔اس لئے ہر مرض خاص طور پر وبائی امراض میں اعضاء کی حفاظت اس اصلاح کے لئے ارضی اور سماوی تعلق کو مدنظر رکھنا ایک اہم حقیقت ہے۔صرف اس قدر ہی کافی نہیں ہے کہ فرنگی کے جراثیم کا علم حاصل کرلیا جائے

اورعلم الوباء حاصل ہو جائے گا۔ اور ہم وباء سے محفوظ ہو جائیں گے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ فرنگی میڈیکل سائنس، اس امر پر فخر کرتی ہے کہ یہ تحقیق صرف انہی کی ہے کہ وبائیں جو پیدا ہوتی ہیں صرف جراثیم کی خرابی کا نتیجہ ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علم اور تحقیق علم الوباء میں باعث شرم اور جہالت کی دلیل ہے۔

ہماری تحقیق

یہ ہے کہ انسان بھی کائنات میں جزو آفاق ہے۔ جس طرح ایک بال بھی ہمارے جسم کا جزو ہے۔ سواس کے جزو ہونے کی وجہ سے جو مزاج ارضی وسماوی حرکات اور کائنات وآفاق کے اثرات کے تحت ظاہر ہوگا۔ انسان بھی اس میں شریک ہے۔ بالکل جس طرح ہر موسم میں انسانی مزاج میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور جب تک انسانی مزاج اپنے ماحول کے مزاج اور کیفیات کو برداشت کر سکتا ہے زندہ رہتا ہے اور جب اس کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے، اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور فرنگی سائنس کا کہنا یہ ہے کہ جب تک جراثیم انسانی جسم پر حملہ نہ کریں نہ اس کے اعضاء میں خرابی واقع ہوتی ہے، نہ ہی وہ مریض ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ کیا عقل سلیم اس کو تسلیم کر سکتی ہے۔ اب اہل علم اور صاحب فن کا کام ہے کہ وہ ہماری تحقیق اور فرنگی تحقیق کا مقابلہ کریں اور حق کی داد دیں اور اس امر کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ جراثیم بھی مخلوق ہیں۔

اسباب ضروریہ اور ممرضہ

طب قدیم نے قوانین امور طبعیہ کو بیان کرنے کے بعد جب اسباب کی بحث کی ہے تو اس میں دو قسم کے اسباب بیان کئے ہیں۔

اوّل اسباب ضروریہ جن پر انسانی صحت کا دارومدار ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا جائے تو صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ جو چھ ہیں، اس لئے ان کو اسباب ستہ ضروریہ بھی کہتے ہیں: (۱) ہوا (۲) ماکولات مشروبات (۳) حرکت وسکون بدنی (۴) حرکت وسکون نفسانی (۵) نیند و بیداری (۶) استفراغ وانقباض۔

ان اسباب ستہ ضروریہ میں بھی ارکان اور نفس دونوں شریک ہیں۔ گویا انسانی صحت کا دارومدار اس امر پر ہے کہ وہ کائنات وآفاق یا ارضی وسماوی اثرات کے ساتھ اپنا تعاون قائم رکھے اور اپنے کو اس کے مطابق ڈھالتا رہے۔ ہاں! اگر وہ کوشش کرے تو ارضی وسماوی اثرات کو بھی بہت حد تک بدل سکتا ہے۔ یعنی وہ قانون قدرت کے مطابق صحیح فطرت کو اختیار کرتا رہے۔ گویا اپنے ماحول اور فضاء کو مختلف اعمال اور ادویات کے جلانے سے غیر فطرتی تبدیلی بہت حد تک ہو سکتی ہے۔ جن کی تفصیل آئندہ کی جائے گی۔

دوسرے اسباب ممرضہ ہیں۔ یہ ایسے اسباب ہیں جن کے افراط وتفریط سے امراض پیدا ہوتے ہیں: (۱) بادیہ (۲) سابقہ (۳) واصلہ۔ بادیہ کا تعلق کیفیات سے ہے۔ سابقہ کا تعلق مزاج سے ہے اور واصلہ کا تعلق نفس اور اعضاء سے ہے۔ غرضیکہ اسباب ممرضہ میں بھی ارضی وسماوی اور کائناتی وآفاقی اثرات غالب ہیں۔ اس لئے انسانی امراض خصوصاً وباؤں میں صحت کی حفاظت اور صحت کی درستی کے لئے امور طبعیہ ضرور مدنظر رہنے چاہئیں۔ ان میں ہر قسم کے اسباب اور اثرات شامل ہیں اور پوری طرح اعضاء کے تغیر افعال کو ظاہر کرتے ہیں۔

وباء کی پیدائش سے قبل علامات

طب قدیم کا کمال یہ ہے کہ وباء کے ظہور سے بہت مدت پہلے پیش گوئی کر دیتی ہے کہ وباء کا ظہور ہونے والا ہے۔ اس کا تدارک کر لیا جائے۔ یہ شرف صرف طب قدیم کو حاصل ہے۔ فرنگی طب میں ایسا کوئی علم نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا آلہ ہے جس سے عوام کو آگاہ کر دے کہ وہ اس کے مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں یا حکومتیں عوام کی خیر خواہی کے لئے کوئی بندوبست وانتظام اور پیش بندی کر لیں۔ بلکہ اس کا بھی دستور یہ ہے کہ

جب وباء پھیل جاتی ہے تو اس وقت وبائی مادہ کا تجزیہ کر کے پہلے معلوم کرتے ہیں کہ کس مرض کے جراثیم ہیں۔ یا کوئی نئی بیماری پیدا ہوگئی ہے۔ پھر اس کا علاج تجویز ہوتا ہے۔ پھر اس کے تجربات کئے جاتے ہیں اور تحفظ اور علاج عمل میں آتا ہے۔ مگر اس وقت تک وباء اپنا کام کر چکی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس طب قدیم نے ایسی علامات لکھی ہیں جن کے ظہور سے وباء کی آمد کا پتہ چل جاتا ہے، جیسے ٹھنڈی ہوا کی آمد بارش کی اطلاع دیتی ہے یا شمالی گھٹائیں شدید طوفانی بارش کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ جو لوگ ان علامات کو ذہن میں رکھتے ہیں خاص طور پر دیہاتوں کے کسان، تو بارش کے نقصانات سے محفوظ اور مامون رہتے ہیں۔ اس آگاہی کی ضرورت وباؤں کے پیش از وقت پیدا ہونے والی علامات میں بھی ہے۔ جو لوگ اس سے آگاہ رہتے ہیں وہ وباؤں کی آمد سے واقف ہوتے ہیں اور پیش بندی کے طور پر حفظ صحت کے اصولوں کی نہ صرف شدت سے پابندی کر لیتے ہیں بلکہ وباؤں میں جن اغذیہ اور ادویہ کی ضرورت ہوتی ہے ان کا انتظام کر لیتے ہیں یا قبل از وباء ایسے علاقوں میں نکل جاتے ہیں جہاں پر قبل از وقت وبائی علامات نہیں پائی جاتیں۔ لیکن یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ ایام وباء میں نقل مکانی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر ایسا کرنے کی ضرورت لاحق ہو تو بالکل کسی دوسرے گاؤں، شہر یا ملک میں نہیں جانا چاہئے۔ بلکہ گھنے جنگلات میں جا کر عارضی طور پر آباد ہو جانا چاہئے تا کہ وہاں لوگ اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ وباء کے اثرات جانے والے کے ہمراہ ضرور جاتے ہیں۔

ظہور سے قبل وباء کی علامات

(۱) جوہر ہوا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ ہوا کے ذائقہ اور خوشبوئیں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے عام طور پر بارش کے موسم کے بعد جب گرمی پڑتی ہے تو زمینی بخارات سے فضا میں نمی پیدا ہو جاتی ہے جو جسم میں اندر اور باہر نمی ہی نمی کر دیتی ہے۔

(۲) پانی کا ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ اس میں بدبو اور سڑاند کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے بارش کے موسم میں اکثر پانی اور ہوا میں تعفن کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

(۳) بارش کی انتہائی زیادتی۔

(۴) بارش کی انتہائی کمی کے ساتھ خشکی۔

(۵) انتہائی بارش کے بعد شدید گرمی۔

(۶) جب بارش کے آثار زیادہ ہوں مگر بارش نہ ہو۔

(۷) موسم ربیع میں سرد بارش ہو۔

(۸) جنوبی ہوائیں زیادہ چلیں، خاص طور پر ان میں پراگندگی ہو۔ جلد جلد چلیں اور کافی مدت تک رہیں۔ دن رات بادل رہیں اور گہرے ہو جائیں۔

(۹) سردی کے مہینوں میں ہوا زیادہ سرد ہو جائے، خاص طور پر صبح کے وقت اس میں زیادہ شدت ہو جائے۔

(۱۰) شہاب ثاقب (ٹوٹنے والے ستاروں) اور دمدار ستاروں کی کثرت ہو جائے۔ خصوصاً گرمی کے آخر اور خریف کے اوّل میں ایسی صورتیں ظاہر ہوں۔

(۱۱) حشرات اور مینڈک زیادہ ہو جائیں۔

(۱۲) ذی الحس حیوانات مثلاً جونک اور چوہے اپنے مقام اور بلوں سے بھاگ جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک موسم میں دوسرا موسم پیدا ہو جائے۔ اس میں طوالت اور شدت ظاہر ہو۔ اکثر وباؤں کے ظہور کی علامت ہوتی ہے۔ جیسے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بارش کا موسم طویل ہو جائے اور اس کے بعد گرمی نہ پڑے تو اکثر نزلہ زکام وبائی اور خون کی کثرت ہو جاتی

ہے۔اسی طرح کثرت بارش یا سیلاب کے بعد اگر گرمی شدید شروع ہو جائے تو ملیریا وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے۔سردی کا موسم طویل ہو جائے تو پھوڑے پھنسی اور طاعون کی وباء پھیل جاتی ہے۔غرض موسموں کے تغیر چاہے ان کے اسباب ارضی ہوں یا سماوی وباؤں کے ظہور کی بہت بڑی علامت بن جاتے ہیں۔معالج کا ان باتوں کو جاننا نہایت ضروری ہے۔

شناخت اسباب وباء

ان امور کا پتہ چلانا اور دریافت کرنا کہ وباء کی ابتداء کن کن اسباب سے ہوئی ہے یعنی ابتداء میں ہوا کے اندر فساد پیدا ہو گیا ہے یا پانی میں فساد کا باعث ہوا ہے یا تعفن مردار اور خرابی غلہ جات اور اثمار وفواکے سڑگل جانے سے وباء کی صورت اختیار ہوگئی ہے یا بوجہ تاثیر سیارگان واجرام علوی وباء پر حکمران ہیں۔سو یہ امور حالات موجودہ کے لحاظ سے فہم فراست وتجربہ سے دریافت ہو سکتے ہیں۔عوام کو ان امور کا ادراک اور شعور ذرا مشکل سے ہوگا۔مگر ارباب فہم وفراست کے نزدیک ان علامات کا ادراک واحساس کچھ دشوار نہیں ہے۔جب سبب وباء کا مفہوم واضح ہو جائے گا تو باذن اللہ اس کا تدارک عقلاً وامکاناً احسن طریق سے انجام پا جائے گا۔

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت وباء کی تقسیم

جاننا چاہئے کہ وباؤں کا ظہور غیر منظم طور پر عمل میں نہیں آتا۔جیسا کہ فرنگی طب کی تحقیقات ہیں۔اس لئے وہ ہر بار ہر وبائی مرض کی نئے سرے سے تحقیقات کرتے ہیں بلکہ جس قدر وبائیں آتی ہیں وہ سب قانون قدرت کے تحت منظم طور پر فطرت کے عمل وردعمل کے طور پر وارد ہوتی ہیں۔جیسے ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ صبح،دوپہر وشام اور رات ہوتی ہے۔اسی طرح گرمی وسردی اور بہار وخزاں کے موسم آتے ہیں۔یہ کبھی نہیں ہوا کہ صبح کے بعد رات ہو جائے۔

شام بالکل نہ ہو یا گرمی کے بعد سردی آ جائے۔درمیان میں بہاری موسم ہی غائب ہو جائے۔قدرت نے جو قوانین فطرت بنا دیئے ہیں انہی کے تحت یہ کائنات اور زندگی رواں دواں ہے۔اس لئے وبائیں قانون قدرت کے تحت عین فطرت کے مطابق منظم طور پر آتی ہیں اور جب آتی ہیں تو کائنات میں اس کے اثرات وعلامات کا اصولی طور پر اظہار ہوتا ہے۔اور پھر ان کا ظہور عمل میں آتا ہے۔جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں۔تاکہ ان کا قبل از وقت کچھ تدارک کیا جا سکے۔

وبائیں۔آب وہوا اور موسم

وباؤں کو سمجھنے کے لئے موسم اور آب وہوا (کلائی میٹ) کا علم ہونا ضروری ہے۔کیونکہ انسان بلکہ موالید ثلاثہ ہر وقت آب وہوا میں گھرے ہوتے ہیں اور آب وہوا ارضی وسماوی دونوں سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔جہاں پر ایک طرف جغرافیائی اثرات مثلاً میدانی اور ریگستانی علاقہ پر اپنا ایک خاص اثر رکھتے ہیں،وہاں پر سمندر ودریا اور پہاڑ وجنگل بھی اپنے اثرات ڈالتے رہتے ہیں۔اسی طرح موسموں کا بدلنا جو کلیتاً ستاروں کی گردش پر منحصر ہے۔اپنے اندر سماوی اثرات رکھتے ہیں۔اس لئے موسم اور آب وہوا کے بگڑنے سے وباؤں کی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔چونکہ موسموں کا اثر بھی آب وہوا پر پڑتا ہے اور آب وہوا ہی ہمارا ماحول ہے۔اس لئے جب فضاء بگڑتی ہے تو گویا آب وہوا ہی متاثر ہو کر بگڑ جاتے ہیں۔اس لئے جن علاقوں میں جب وبائیں آتی ہیں تو پہلے وہاں کے آب وہوا میں خرابی پیدا ہوتی ہے اور پھر وہی آب وہوا انسان اور دیگر موالید ثلاثہ پر اثر انداز ہو کر ان کا مزاج اور صحت بگاڑ دیتے ہیں اور یہی صورت جب فضاء اختیار کر لے تو اس کو وباء کا نام دیتے ہیں۔گویا وباء فضاء کا بیمار ہو جانا ہے۔

آب وہوا کی حقیقت

جاننا چاہئے کہ آب وہوا کا تعلق صرف پانی اور ہوا سے نہیں ہے بلکہ ان میں گرمی بھی شریک ہے جو ہمیشہ آب وہوا کو پاک وصاف اور صحت مند ومعتدل رکھتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی گرمی کی زیادتی خود بھی باعث وباء اور امراض بن جاتی ہے۔ اس لئے امراض وبائیہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے ہوا اور پانی اور گرمی اور ان کے تعلقات کے متعلق جاننا نہایت ضروری ہے کہ ان کی پیدائش، کمی بیشی اور اعتدال کس طرح قائم رہتا ہے اور جب ان میں بگاڑ وفساد پیدا ہو جاتا ہے تو کیسے پیدا ہوتا ہے تاکہ ہم حتیٰ الامکان اس کی اصلاح کر سکیں اور اس کو صحت مند بنا سکیں۔ یہی علم الوباء ہے۔

فضاء اور آب وہوا

اس کائنات میں ہر علاقہ کی ایک مخصوص آب وہوا ہے بلکہ اگر آسمان کی طرف بھی پرواز کریں تو بھی وہاں فاصلے فاصلے پر جدا جدا آب و ہوا پائی جاتی ہے۔ گویا ہر علاقہ اپنی ایک خاص آب وہوا رکھتا ہے اور ہر موسم میں آب وہوا تبدیل ہوتی ہے۔ گویا آب وہوا اپنا ایک دائرہ رکھتی ہے جو موالید ثلاثہ میں پھیلا ہوا ہے جس کو ہم فضا کہہ سکتے ہیں۔ ویسے تو اس فضاء کا اطلاق تمام کائنات تک ہو سکتا ہے۔ مگر عام طور پر حد نگاہ ہی ہماری فضاء ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی تبدیلی وتغیر اور فساد پیدا ہوتا ہے وہ چونکہ مقامی وعلاقائی آب وہوا میں ہوتا ہے۔ اس لئے خرابی بھی مقامی اور علاقائی فضاء میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اصلاح بھی اسی فضاء تک محدود ہوگی۔

فضا کو کائنات کا جسم تصور کر لیں۔ جس کے مختلف علاقے اس کے اعضاء ہیں۔ جس علاقے میں خرابی واقع ہوگی بہت حد تک اسی فضاء میں محدود رہے گی لیکن کبھی کبھی اسی فضاء سے دیگر علاقوں میں بھی پھیل جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جسم انسان کے کسی عضو میں مرض ہو اور پھر اس کا اثر خون کے ذریعے کسی دوسرے عضو تک چلا جائے۔

اس فضاء میں ہوا، پانی اور گرمی تینوں اس طرح ملے رہتے ہیں جس طرح خون، ہوا، پانی اور گرمی سے مرکب ہے۔ گویا ہوا، پانی اور گرمی تینوں کا مرکب فضا کے لئے خون کا قائم مقام ہے۔ آب وہوا کا لفظ اسی مرکب کے لئے بولا جاتا ہے۔ جس مقام اور علاقے کی آب وہوا میں تغیر و تبدیلی اور خرابی پیدا ہو جائے گی۔ اس مقام اور علاقے میں وبا نمودار ہو جائے گی۔ گویا فضا کا وہ عضو بیمار ہو گیا ہے۔ جیسے انسان کا کوئی عضو دردناک ہو جاتا ہے۔

فضاء کے لئے ایہ امر ذہن نشین کر لیں کہ وہ محض ایک جسم ہے۔ جس کو ہم ایتھر کہتے ہیں۔ اس کو سماوی کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کا ایک طرف تعلق ارضی موالید ثلاثہ سے ہے اور دوسری طرف اس کا تعلق سماوی اجرام سے ہے۔ جب فضا کے کسی حصہ (جسم) میں تغیر وتبدل اور فساد پیدا ہوتا ہے تو فضاء کی روح (روح عالم اور روح مدبر عالم کہنا چاہئے) سے فوراً اس مقام پر صحیح وصالح اثرات پہنچنے شروع ہو جاتے ہیں اور اعتدال قائم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح مقامی آب وہوا کا مزاج اصلاح پذیر اور صحت مند ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر مقامی علاقہ کی طرف سے بھی اصلاح ودرستی کی کوشش کی جائے تو فوراً اعتدال قائم ہو کر وبائی امراض دور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وبائی ایام میں اگر امراض کے علاج کے ساتھ ساتھ فضاء کی درستی کی بھی کوشش کی جائے تو وبائیں بہت جلد دور ہوتی ہیں۔

وباؤں کی تقسیم

جس طرح وبائیں منظم اور فطرت کے اصولوں کے مطابق آتی ہیں، اسی طرح وہ اقسام میں نازل ہوتی ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وبائیں ہمیشہ بدل بدل کر آئیں جن کا انسان کو علم بھی نہ ہو۔ جیسا کہ فرنگی طب کی تحقیقات ہیں۔ جاننا چاہئے کہ وبائیں تین اقسام کی ہوتی ہیں:

- کسی علاقہ کی فضاء یا آب وہوا (پانی، ہوا اور گرمی کا مرکب) میں کیفیاتی طور پر مزاجاً خرابی واقع ہو جائے۔ یہ خرابی اکثر عارضی ہوا کرتی ہے۔
- کسی علاقہ کی فضاء یا آب وہوا میں تغیر وتبدل پیدا ہو جائے یعنی ایک موسم میں دوسرا موسم پیدا ہو جائے۔ یہ خرابی اکثر سماوی اثرات کی وجہ سے نمودار ہوا کرتی ہے۔
- کسی علاقہ کی فضاء یا آب وہوا میں فساد واقع ہو جائے یعنی اس میں تعفن پیدا ہو جائے۔ جس کے نتیجہ میں اس کے اندر جراثیم یا جراثیمی مواد اور زہریلا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

ان تینوں صورتوں میں سے ہمیشہ ایک نہ ایک صورت پیدا ہوتی ہے، چوتھی کوئی صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی سائنس یا فرنگی طب ان کے علاوہ کوئی صورت ثابت کر دے تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں۔

اسباب وباء

چونکہ علاقائی فضاء یا آب وہوا میں چیزیں، پانی، ہوا اور گرمی سے مرکب ہوتی ہیں۔ اس لئے اصل خرابی پانی وہوا اور گرمی میں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ان کی خرابی کا سبب بادیہ (سماوی) اور سبب رابقہ (ارضی) ہوتی ہے۔ سبب واصلہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ سبب واصلہ وہ خرابی ہے جو مقامی فضا میں پیدا ہوتی ہے یعنی کسی علاقائی خرابی کو جب فضا درست اور اعتدال پر قائم نہیں رکھ سکتی اور سبب بادیہ (سماویہ) اور بادیہ (ارضیہ) غالب آ جاتے ہیں تو سبب واصلہ اس امر پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہاں کب آب وہوا (پانی، ہوا اور گرمی کا مرکب) میں خرابی واقع ہو کر وباء کی صورت پیدا کر دے۔ بس اس طرح وبائیں پیدا ہوتی ہیں۔

تفصیل اسباب

ظاہر میں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہر قسم کے اسباب اوّل ہوا پر اثر انداز ہوتے ہیں اور پھر یہی خراب یا مسموم ہوا، انسان یا حیوان کو مبتلائے مرض کر دیتی ہے۔ اس حد تک تو یہ صحیح ہے کہ ہوا پانی اور گرمی کا جو مرکب اس فضاء میں تیار ہوتا ہے اس کی بنیاد ہوا ہی ہے اور کبھی اس میں ہوا کی خشکی بڑھ جاتی ہے۔ کبھی اس میں پانی کی رطوبت زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی اس کے اندر گرمی کا اضافہ ہو جاتا ہے جو سانس کے ساتھ جسم انسان میں جا کر باعث مرض بن جائیں یا انہی کا فساد ہوا میں شریک ہو کر وباؤں کی صورت میں نمودار ہو جائے۔

لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ گندے تالابوں، خراب کنوؤں اور غیر محفوظ چشموں بلکہ چھوٹے ندی نالوں اور محفوظ پانیوں میں خرابی واقع ہو جائے۔ پھر وہی پانی مجبوراً اور بے علمی سے استعمال کیا جائے تو اس طرح بھی وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ اسی طرح بعض وقت آفتاب کی گرمی میں اس قدر شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کی حرارت قابل برداشت نہیں رہتی۔ ایک دم ضعف قلب پیدا ہو جاتا ہے۔ کثرت سے پسینہ آ جاتا ہے۔ دل گھٹ جاتا ہے اور انسان گر پڑتا ہے۔ اس سے یک لخت موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ساتھ میں ایک دو بار قے بھی آ جاتی ہے۔ اس صورت سے موت جلد واقع ہو جاتی ہے۔ اس کو ہارٹ فیل ہونا کہتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آفتاب کی شدت سے انسان کا بیرونی جسم جل اٹھتا ہے۔ طبیعت مدبر بدن اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے خون کی ایک بہت بڑی مقدار اس طرف بھیج دیتی ہے۔ مگر بیرون جسم کی حرارت کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ دوسرے اندرون جسم میں خون کی کمی واقع ہو جاتی ہے جو قلب کے واسطے کافی نہیں ہوتا اور جو خون اس کو پہنچتا ہے وہ ضرورت سے زیادہ گرم ہوتا ہے جس کو قلب برداشت نہیں کرسکتا۔ جس کا اخراج وہ پسینہ اور قے سے کرتا ہے۔ اس طرح جسم میں خون کی مقرر مقدار اور اس کے عناصر بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں۔ جن سے دل و دماغ اور جگر کا توازن ختم ہو جاتا ہے۔ بس فوراً موت واقع ہو جاتی ہے۔ انتہائی گرم علاقوں یا گرمی کے اچانک بڑھ جانے یا کسی علاقہ سے گرمی کی لہر آ جانے پر اکثر ایسی وبائیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایسی وبائیں اس قدر خطرناک ہوتی ہیں کہ ان کا مداوا اور تدبیر اکثر دوا نہیں ہوسکتی۔ اوّل تو مریض دوا سے قبل ہی ختم ہو جاتا ہے اور اگر دوا دے بھی دی جائے تو مریض بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ گرمی اپنا اثر کر چکی ہوتی ہے۔ اس کو انگریزی میں ہیٹ سٹروک کہتے ہیں۔

اس کا بہترین مداوا یہ ہے کہ موسم میں تغیر و تبدل پیدا کیا جائے۔ اگر فوری طور پر ممکن ہو تو بالائی منزل یا باغات اور نہروں کے کنارے فوراً رہائش اختیار کر لی جائے تاکہ شدت حرارت کو زیادہ سے زیادہ کم کیا جا سکے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گلے سڑے پھل سبزیاں اور گوشت و مچھلی وغیرہ کے استعمال سے کوئی ایک یا چند لوگ ان کے زہریلے اثرات سے مریض ہو گئے۔ مگر ان کے جسم سے جو قے، اسہال، تھوک اور پسینہ کی صورت میں اخراج ہوئے ان سے بے احتیاطی برتی گئی۔ وہ کسی طرح دوسروں کے کھانے میں پڑ گئے۔ اسی طرح وہ بھی انہی امراض میں مبتلا ہو گئے اور یہ سلسلہ اگر آگے بڑھا تو وباء کی صورت اختیار کر گیا۔ اگر ایسے واقعات کسی تالاب و چشمہ اور ندی نالوں یا کسی غذائی مرکز مثلاً پھل، سبزی اور گوشت و مچھلی کی منڈی یا ہوٹلوں کے قرب و جوار میں واقع ہوں تو وبائیں فوراً پھیل جاتی ہیں۔ ایسی صورتوں کا صحیح تدارک یہ ہے کہ کبھی بھی ایسے غذائی مرکز یا ہوٹل نشیبی علاقوں میں نہ بنائے جائیں اور نہ ہی وہاں پر قریب گندگی کے ڈھیر ہوں۔ اور جب کوئی شخص وہاں سے ضروریات زندگی خریدنے جائے تو وہ اپنے حواس خمسہ و شعور اور ذوق سلیم سے کام لے۔ اگر ایسے علاقہ میں گندگی نظر آئے یا وہاں پر گندگی اور تعفن کا احساس ہو تو فوراً وہاں سے واپس ہو جائے۔ کبھی وہاں سے ضروریات زندگی نہ خریدے کیونکہ بدبو اور تعفن کی ہوا بھی ان اشیاء پر اثر کر جاتی ہے۔

مجھے مچھلی منڈی میں جانے کا اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جو لوگ مچھلی خریدنے آتے ہیں وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ مچھلی ارزاں مل جائے تو وہ فوراً خرید لیتے ہیں۔ وہ یہ کبھی نہیں دیکھتے کہ مچھلی تازہ ہے یا نہیں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ سخت بدبودار مچھلی بھی لوگ خرید لیتے ہیں۔ میں نے کئی لوگوں سے دریافت کیا ''آپ بدبودار مچھلی کیوں خرید لیتے ہیں'' تو اکثر یہ جواب دیتے ہیں ''مچھلی اور بو نہ ہو۔ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں''۔ میں جواب میں کہتا ہوں ''تازہ مچھلی میں بو نہیں ہوتی''۔ تو وہ جواب دیتے ہیں ''آپ کو مغالطہ ہو گیا ہوگا۔ ورنہ تازہ مچھلی میں بھی بدبو ہوتی ہے''۔ بعض یہ جواب دیتے ہیں ''جناب یہ بدبو فوراً آٹا اور نمک کے ساتھ دھونے سے نکل جاتی ہے۔ ہمیں اس بدبو کا کوئی فکر نہیں رہتا''۔ جب ہم یہ کہتے ہیں ''تازہ اور باسی مچھلی کے گوشت میں لذت کے لحاظ سے بہت فرق ہوتا ہے۔ دوسرے باسی مچھلی نقصان دے جاتی ہے''۔ تو وہ جواب دیتے ہیں ''جناب ہمیں تو ذائقہ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی نقصان ہوا ہے''۔

جب میں کبھی مچھلی منڈی میں مچھلی خریدتا ہوں تو اوّل مچھلی تو دیکھتا ہوں کہ وہ ظاہرہ تازہ نظر آتی ہے یا نہیں۔ جب تازہ نظر آئے تو اس کے پیٹ کے پاس سے سونگھتا ہوں کہ اس میں بدبو یا تعفن تو نہیں ہے۔ پھر خریدتا ہوں۔ مگر مچھلی فروش ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کہ ''بابو جی! تم نے مچھلی نہ خریدنی ہے نہ کھانی ہے۔ مچھلی کو مت ہاتھ لگاؤ''۔ میں پوچھتا ہوں کہ ''بھائی! میں نے کیوں نہیں خریدنی اور کیوں نہیں کھانی؟'' وہ جواب دیتا ہے

''جس شخص نے مچھلی کی بو سونگھی۔ بس! بس! سمجھ لو کہ وہ مچھلی کا کھانے والا نہیں ہے۔ اس لئے وہ مچھلی نہیں خریدے گا''۔

ایک مچھلی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ہر قسم کے گوشت وسبزیاں اور پھل جب بدبودار اور متعفن ہو جائیں تو کھانے کے لائق نہیں ہیں۔ ان سے صرف کھانے والا ہی نہیں متاثر نہیں ہوتا بلکہ وبائیں پھیلتی ہیں۔ مچھلی کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس میں بہت جلد بدبو اور تعفن پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا زہر بھی شدید ہوتا ہے۔

وباؤں میں ہوا کا عمل دخل

چونکہ ہم کو وباء کے متعلق بہت سے مراتب اور احکام اور وہ امور کہ جو بغرض تحفظ صحت، وباء کے زمانہ میں عمل میں لانا ضروری ہیں اور نیز ان تدبیرات جزئیہ کی توضیح کہ جو امراض وبائیہ میں مبتلا ہونے کے وقت ہمارے ملک اور ہمارے مزاجوں اور ہماری حالتوں کے لئے مناسب ہیں نہایت اہتمام کے ساتھ اس طرح سے بیان کرنا مقصود ہے کہ اس سے قبل ہمارے پیشرووں نے بیان نہیں فرمائے اور چونکہ وباء کا ظہور اور واسطہ عروض (ظاہر ہونے کا سبب) غالب امر میں بالآخر یہی ہوا ہے کہ جو ہمارے اور تمہارے اور جملہ اجسام سے ہر وقت ملاقی رہتی ہے، لہٰذا ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وباء کے بیان اور اس سے حفظ کے تدبیرات کی تشریحات کے قبل بطور مقدمہ ہوا کی ضرورتوں اور اس کی صلاحیت اور عدم صلاحیت کی توضیح وتشریح کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مدد کے اعتماد پر بیان کی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ غذا اور پانی اور خواب وبیداری وحرکت وسکون وغیرہ جن کی صراحت قبل اس کے عمدہ طور سے کی گئی ہے۔ انسان کے لئے عالم زندگی میں ضروری چیزیں ہیں، مگر ان سب سے ہوا اشد ضروری ہے۔ محالات سے ہے کہ انسان وحیوات بلکہ ہر ذی روح ایک گھنٹہ بھی ہوا سے مجبور اور ممنوع ہو کر زندہ رہے، بلکہ اکثر اجسام وجمادات کی طبعی حالت قائم رہنے کے لئے بھی ہوا کی مدد ضروری اور لابدی ہے۔ چنانچہ یہ اُمور محتاج دلیل نہیں ہیں۔

بالجملہ تمام اجسام کے لئے خواہ وہ اجسام حیوانی ہوں یا اجسام نباتی یا اجسام جمادی، ہوا کا مربی ہونا ایک بدیہی امر ہے۔

چونکہ ہوا کا مزاج گرم تر ہے، اس لئے اس میں تغیرات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ کیا معنے وہ جلد جلد تحلیل بھی ہوتی رہتی ہے اور فوراً اس میں فسادات اور نقصانات بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ روزمرہ اس کے انقلاب اور اس کی تاثیرات مختلف ہم کو اور آپ کو محسوس ہوتی رہتی ہیں۔ ان وجوہ سے ہوا کا مسئلہ بقائے صحت اور بقائے زندگی کے لئے نہایت درجہ اہتمام طلب اور قابل نگہداشت ہے۔ غرضیکہ یہ تغیرات جو ہوا میں عارض ہوتی ہیں، ان کے لئے مختلف زمانے اور مختلف اُمور اتفاقیہ باعث ہوتے ہیں، مگر جو تغیرات بالنسبہ احتیاج بدن انسان کے اس میں ہر وقت لاحق ہوتے رہتے ہیں ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ سانس کی آمد وبرآمد سے بھی ہوا میں تغیرات پیدا ہوتے رہتے ہیں بدیں غرض طبیعت تحلیل شدہ اور تغیر پذیر ہوا کی تبدیل اور تردید کی محتاج رہتی ہے تاکہ وہ حرارت غریزی بدن انسان وحیوان کو ٹھنڈک پہنچاتی رہے۔ اگر یہ تبدیل وتردید ہوا کی نہ ہوتی رہتی تو کچھ شک نہیں کہ روح وحرارت غریزی بدن انسان وغیرہ اپنی آگ میں خود جل بجھ کر خاک سیاہ ہو جاتی اور حضرت انسان کی ہنگامہ آرائی اور شور وغوغا عالم دُنیا میں ایک دم سے خاموش ہو جاتے۔ گو اس کا مزاج بھی گرم ہے، مگر حکیم مطلق نے بکمال دانائی ضرورتاً زوج کا مزاج نہایت ہی گرم پیدا کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نرم گرم ہوا سے روح وحرارت مذکور کو راحت ملتی ہے۔ بالجملہ ہمارے ناک کے نتھنوں سے ہمارے تمام بدن کی جلد کے مسامات سے بذریعہ پھیپھڑہ اور بدن کے شریانوں کی قوت جاذبہ کے ذریعہ سے ہوا روح وحرارت مذکور کو پہنچتی رہتی ہے اور جب ٹھنڈک پہنچا کر خود گرم ہو جاتی ہے، اور صلاحیت ترویح (ٹھنڈک پہنچانے کی) معدوم ہو جاتی ہے تو وہ روح کے فضلات دخانی لئے ہوئے راستہ ہائے مذکورہ بالا سے واپس آتی ہے اور پھر تازہ بتازہ ہوا کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اوپر کے سانس کے ذریعے سے تازہ ہوا جاتی ہے اور

نیچے کے سانس کی مدد سے وہی ہوا بیکار ہو کر واپس آتی ہے اور اسی طرح سے ہوا کی آمد ورفت شریان کے ذریعہ سے ہوتی رہتی ہے۔ القصہ جب تک یہ ہوا حرارت و برودت میں اعتدالیہ حالت پر رہتی ہے اور صفائی و پاکیزگی میں بھی اپنے رقبہ پر قائم رہتی ہے، اس وقت مطالب مذکورہ کی عملی وجہ الکمال (پوری طرح) تکمیل ہوتی رہتی ہے اور جب حرارت و برودت و رطوبت و یبوست اور صفائی و پاکیزگی میں تغیرات واقع ہو جاتے ہیں تو اغراض مذکورہ بھی غیر مکمل رہ جاتے ہیں۔ بدین وجہ صحت کا قائم رہنا ایک اضطراری حالت میں آ جاتا ہے یا موت غیر طبعی پر معاملہ ختم ہوتا ہے۔

ہوا کے غیر معتدل ہونے کی تشریح

اجمالاً تو ہم نے بیان کر دیا کہ صحت قائم رکھنے کی غرض سے ہوائے معتدل اور مصفےٰ کی ضرورت ہے۔ پس اب سمجھ لو کہ ہوائے معتدل و غیر مصفےٰ ہے۔ پس اگر ہوا میں اعتدال سے زیادہ سردی کا غلبہ ہوگا تو وہ ہوا مضر صحت ہوگی جیسا کہ زمانہ سردی میں یا معمورہ جات (آبادیاں) سرد میں بوجہ تدارک ضرر سردی ہوا لباس گرم و اغذیہ گرم و مکان گرم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہوا کی سردی کے دفع کا اہتمام نہ کیا جائے تو صحت کا قائم رہنا دشوار ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر ہوائے گرم اور معمورۂ گرم میں ہوائے گرم سے حفاظت نہ کی جائے گی یا ہوا کی کیفیت حرارت تدبیرات سے کم نہ کی جائے تو صحت کے لئے ایک افتادہ خوفناک ہوگی یا ہوا پر اعتدال سے زیادہ تری کا اثر ہوگا تو اس وقت میں بھی تندرستی کی حالت میں نقصان آ جائے گا۔ بشرطیکہ اس کا تدارک نہ کیا جائے مثلاً برسات کے موسم میں یا ان معموروں میں کہ جو دریاؤں کے جوار میں آباد ہیں یعنی وہاں کی زمین نمناک ہے، یہ تغیرات مذکورہ تو ہوا کی کیفیات سے منسلک ہیں، اب رہا یہ امر کہ ہوا کے جوہر کے فاسد ہونے کے کیا اسباب ہیں، اور کیا حالت ہے۔ سو اس کی تفصیل سنئے کہ ہوا ایک عنصر بسیط ہے، لہٰذا وہ خود بنفسہٖ تو متغیر نہیں ہو سکتی ہے مگر بوجہ اسباب خارجی کے مثلاً بعض اجزاء منافی (خلاف) روح وحیات کے شدت امتزاج (آمیزش) کی وجہ سے مجازاً اطلاق ہوتا ہے کہ جوہر ہوا کا فساد پذیر ہو گیا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ہوا مضر تندرستی و مضر حیات ہو جاتی ہے۔

ہوا کے فاسد اور مضر حیات ہونے کے اسباب

ہوا کے فاسد ہونے کے اسباب یا تو وہ اسباب ہیں کہ جو ہماری قدرت و اختیار سے باہر ہیں۔ یا ہمارے طریقہ بود و باش اور طرز عمل جاہلانہ سے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی تشریح ذیل میں کی جاتی ہے۔

○ عین متصل آبادی ایسی زراعت کا کاشت کرنا جو طویل القامل ہو۔ مثلاً جوار یا مکئی یا باجرہ یا گنا وغیرہ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی زراعت کیونکر ہوا کے جوہر کو فاسد کرتی ہے۔ سو اس سوال کا جواب اور اس کے اجمال کی تفصیل سنئے۔ ایسی زراعت کی جڑوں سے جو زمینی بخارات اور دخان نکلتے ہیں اور زراعت کے طویل القامت ہونے کی وجہ سے وہاں آزادانہ ہوا کا گزر نہیں ہوتا ہے، لہٰذا بخارات و دخان مذکورہ اسی حدود کے اندر محصور اور مقید رہتے ہیں اور باوجود اس حبس بے جا کے ان بخارات و دخان پر آفتاب کی شعاع بھی بہت کم پہنچتی ہے۔ اس وجہ سے وہ تحلیل بھی نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس طولی قیام اور ملاقات مفید کی وجہ سے ان میں مادہ فاسدہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ بخارات و دخان فاسدہ وقتاً فوقتاً ہوا میں ملتے رہیں گے، تو اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ہوا کے جوہر کو فاسد کر دیں گے اور نتیجہ اس ہوا کا اس نتیجہ کے بالکل خلاف ہوگا کہ جو ہوائے غیر فاسد سے حاصل ہوتا ہے کہ جس کی صراحت اس بحث کے شروع میں کی گئی ہے۔

○ ایسے تالاب یا وسیع گڑھوں کی موجودگی کہ جس میں ساکن پانی موجود ہو اور جن کے کناروں پر درختوں کا ہجوم ہو اور ان کے شاخ و برگ و پھول و ثمرہ اس پانی میں گر کے متعفن ہوتے رہتے ہیں۔ پس ایسے پانی سے آفتاب حرارت کے ذریعہ سے بخارات گرم و کثیف سمی الجوہر

(زہریلے) برانگیختہ کرے گا۔ چونکہ درختان مذکورہ کی مزاحمت سے بخارات مقیدہ تحلیل نہیں ہوں گے، لہٰذا وہ بخارات پھر اسی پانی میں عود کریں گے۔ اسی طرح سے سلسلہ صعود اور نزول (چڑھنے اور اُترنے) بخارات کا ہوتا رہے گا اور پانی کے جوہر کی روادت اور سمیت (خرابی اور زہریلا پن) میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ پس یہ بخارات جب کہ ہوا میں مخلوط ہوں گے، تو بلاشبہ ایسی ہوا سراسر مغائیر اس غرض کی ہو جائے گی کہ جو صحت کے لئے درکار ہے اور علیٰ ہذا القیاس جو پانی محض بوجہ طول قیام فاسد ہو گیا ہے، اس کے بخارات بھی ہوا کے ساتھ وہی سلوک کریں گے کہ جس کا بیان ابھی ہو چکا ہے۔

○ مردہ اجسام متعفنہ یا دیگر سڑی ہوئی بدبودار اشیاء سے ہوا کی ملاقات ہوتی ہو کہ جس کی وجہ سے ہوا نے کیفیت متعفنہ حاصل کر لی ہے کہ جو بالآخر قلب وروح انسان کے مزاج کی ضد ہو جائے۔ پس جس قدر ایسے اجسام یا اشیائے متعفنہ کی کثرت ہوگی اسی قدر ہوا کا فساد قوی ہوگا۔

○ بقولات ردیہ کی کاشت اور درختان ردّی اور فاسد الجوہر کا وجود ہونا مثلاً گوبھی اور کرنب کلا وبینگن و درختان انجیر وغیرہ کہ یہ اشیاء نہایت درجہ مفسد ہوا ہیں۔

○ ہوا میں گرد وغبار ودخان اس درجہ مخلوط ہو جائے کہ جس کی وجہ سے وہ شریان کے ذریعہ سے قلب وغیرہ میں نافذ نہ ہو سکے یا قلب خود بوجہ نفرت وکراہت جذب نہ کرے بلکہ اس ہوا کی مدافعت کرے۔

○ انسان وحیوان کا ایک مقام پر بکثرت مجمع ہونا علی الخصوص جبکہ اکثر ان میں کثیف الجسم وکثیف اللباس ہوں یا حیوانات کثیف الطبائع ہوں جیسا کہ ہمارے ملک میں میلوں وغیرہ میں مجمع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایسی کثافت سے بحیثیت مجموعی ہوا میں ان وسائل سے نقصان و فساد ہو جانا قریباً یقینی ہے کہ جن کا ابھی مذکورہ ہوا، بایں ہمہ ایسے مجمع میں ان دخانات اور فضلات جسمانیہ کے خروج کا سلسلہ متواتر جاری رہتا ہے کہ جو تنفس ومسامات میں سے خارج ہوتے ہیں اور ہوا میں مخلوط ہوتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہوا کا جوہر خراب اور ناقص ہو جاتا ہے۔ پس ایسی ہوا کے مضرِ صحت ہونے میں کیا کلام رہا۔

○ ہوا کا سکونی حالت پر رہنا یعنی سلسلہ آمد وبرآمد تازہ ہوا کا دشوار ہو جانا جیسا کہ ہمارے ملک میں بعض تنگ وتاریک مکانات میں ہوا اور شعاع آفتاب کا گزر (گزرنا) ودرآمد دشواری سے ہوتا ہے۔ خاصتہً ایسے مکانات کی ہوا اس وقت میں زیادہ مفسد ہو جائے گی جبکہ وہاں آدمی یا کسی ذی روح کا مجمع ہو۔

○ بالجملہ یہ اُمور باعث فساد ہوا جو بیان کئے گئے ہیں، انہیں اُمور پر فساد کا حصہ نہیں ہے بلکہ اور اسباب جزئیہ مخفیہ باعث فساد ہوا ہوں گے۔

○ یا بارش کا بروقت نہ ہونا جس سے ہوا کا اعتدال خراب ہو جائے، اسی طرح بارش کی کثرت بھی ہوا کو خراب کر دیتی ہے۔

وباء کن کن اسباب سے پیدا ہوتی ہے

منجملہ دیگر اسباب مذکورۃ الذیل ایک سبب غالب ظہور وباء کا جوہر ہوا کا کلیتہً اسباب مصرحہ صدر سے فاسد ہو جانا ہوتا ہے۔ لفظ کلیتہً کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر جوہر ہوا کا کلیتہً فاسد نہ ہوگا بلکہ فساد بوجہ یا (کسی قدر) عارض ہوگا۔ تو یہ ہوا مضرِ صحت تو ضرور ہوگی مگر وباء کے پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رکھے گی، اور گاہے سبب اوّل وباء کا پانی کے جوہر کے فساد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیا معنے پانی کا جوہر اس شدت سے اور اس نوع سے فاسد ہو جائے کہ باعث وباء ہو۔

پانی کے جوہر کی خرابی بوجہ مخلوط ہو جانے، بعض اجزائے ردیہ ناقصہ متعفنہ (ناقص خراب اور بدبودار) کے ہوتی ہے۔ عام اس سے کہ

اجزائے مذکورہ باطن یعنی داخل زمین سے ہی پانی میں مخلوط ہو جائیں یا خارج زمین سے جذب ہو کر پانی میں مخلوط ہو جائیں اور یہ فاسد پانی کھانے اور پینے میں استعمال کیا جائے۔ دونوں مذکورہ وجہوں سے ظہور وباء بیشتر برسات کی فصل میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس موسم میں داخل و خارج رہیں میں لوازم عفونت وفساد ہوا اور پانی کے بیشتر موجود ہو جاتے ہیں، مگر یہ فساد پانی کا رفتہ رفتہ یا ایک بار ہوا سے بھی متعلق ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ پانی کا استحاد (تبدیل) ہوا کی جانب اور ہوا کا استحالہ (تبدیل) پانی کی طرف ہوا ہی کرتا ہے۔ پس فساد ہوا سے پانی کا فاسد ہو جانا بھی کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

مگر صورت مذکورہ میں تعلق وباء کا ہوا کے ساتھ نہایت ہی ضعیف ہوگا۔ یعنی اگر اس پانی کو حسب طریقہ مذکورہ اصلاح کر کے استعمال میں لایا جائے تو محض فساد ہوا کی وجہ سے کہ اس پانی کے استحالہ سے پیدا ہوا ہے، کوئی انسان بجز شاذ و نادر صورتوں میں مبتلائے وباء نہ ہوگا۔ یا عوارض وبا بہت ہی خفیف ظاہر ہوں گے۔

ایسا ہی حال اس پانی کا خیال کرو کہ جو ناقص ہوا سے مستحیل (تبدیل) ہوا ہے۔ یعنی یہ پانی ناقص تو ضرور ہوگا، مگر اس کا نقصان ایسا قوی نہیں ہوگا جیسا کہ وہ خود فساد پذیر ہو جاتا ہے۔ پس ہوا اور پانی کے فساد کے دو مرتبے اس تقریر سے دریافت ہوتے ہیں۔

اور گاہے بوجہ فساد و مزاج بعض غلہ جات ماکولہ کے کہ جو کسی سبب سے فصل میں عارض ہو جائے اور وہ غلہ عامہ خلائق کے کھانے کے استعمال میں آوے، وباء عام طور سے پھیل جاتی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح سے انسان وحیوان کو امراض خلقت و امراض ترکیب یا امراض متعلقہ سوء مزاجات (خرابی مزاج) وغیرہ عارض ہو کر ان کے اجسام میں کیفیات ردیہ ناقصہ پیدا کرتے ہیں، بلکہ گاہے کیفیات مذکورہ حالت سمیہ کی حد تک پہنچتی ہے، اسی طرح سے قیاساً ممکن ہے کہ غلوں کو بھی بوجہ اسباب جزئیہ مخصوصہ امراض مذکورہ لاحق ہو کر ان کے اجسام میں کیفیت ردیہ سمیہ (خراب و زہریلی) پیدا کریں۔ اس لئے کہ غلہ جات جسم مرکب بناتی ہیں اور ہر جسم مرکب بناتی ہیں۔ قوت غاذیہ و نامیہ وغیرہ قوائے طبعیہ موجود ہیں۔ درج اجسام میں قوائے مذکورہ موجود ہوں گے۔ ان میں حوادث اور فساد قبول کر لینے کی استعداد زیادہ ہوگی۔ لہٰذا کھانے والوں کو وبا کی صورت کے امراض لاحق ہونا امکانی حالت ہے۔ حتیٰ کہ یہ فساد بھی فساد ہوا کی جانب اس درجہ تک ہو جائے گا یا ہو سکتا ہے کہ جو وباء کا باعث ہو۔ چنانچہ خاکسار کے اس قیاس کا تجربہ چند واقعات سے بلاشبہ ہو چکا ہے۔ غلہ جات کی حالت پر میوہ جات اور ثمر اور ترکاریوں وغیرہ نباتات کے حالات کو قیاس کر لو کہ ان اجسام میں بھی وہی فسادات، وہی کیفیات سمیہ، وہی مسمور مزاجات لاحق ہو سکتے ہیں کہ جو غلوں کو عارض ہو سکتے ہیں۔

اور یہ فساد اشیاء مذکورہ اس فساد کے علاوہ ہے کہ جو غلوں کو عمارتوں وغیرہ میں بند کرنے یا دیگر وجوہ سے ان کے جوہر کے متعفن ہونے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہی جو فساد اس فساد سے کہ جو موسم برسات میں طبعی طور سے اکثر پھل و میوہ جات وغیرہ و ترکاریاں و بقولات ناقص الجوہر ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ہوا فاسد ہو جاتی ہے جداگانہ ہے۔ اگر فساد مذکورہ بواسطہ مذکورہ جو ہوا کو عارض ہوگا، وہ بہت قوی نہ ہوگا۔ اگر صدفات و استمار و میوہ جات مذکورہ سے احتراز کیا جائے تو ہوائے مذکورہ کی اکثیر سے کوئی شخص مبتلا ہوگا، یا بہت ہی خفیف اعراض مرض وبائی ظاہر ہوں گے۔

○ گاہے تاثیرات مخفیہ سیارگان واجرام آسمانی کے ہوا میں ایک نفر و فساد عارض ہو کر وباء کا باعث ہوتا ہے۔

○ گاہے بوجہ بعض دیگر اُمور مخفیہ کے وبا عالم میں شائع ہوتی ہے، جس کا علم بجز عالم الغیب کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا ہے۔

○ گاہے اسباب مذکورہ سے دو یا تین یا کل اُمور باعث وبا ہوتے ہیں، ایسی وبا عالم میں اسبابوں پر اموات کا ایک طوفان برپا کر دیتی ہے۔ [القانون]

طب قدیم میں پانی کی حقیقت

خالق دو جہاں، پروردگار زمین و آسماں، قادر مطلق واحد حقیقی نے پانی بھی اپنی جملہ نعمتوں میں سے ایک انمول اور بے بہا بہترین نعمت بنائی ہے۔ اس کو اُردو میں پانی، ہندی میں جس، فارسی میں آب، انگریزی میں واٹر اور عربی زبان میں ماء کہتے ہیں۔ خالق مخلوقات نے انسانی زندگی کا انحصار چہار اشیاء پر رکھا ہے: پانی، ہوا، آگ، مٹی۔ اگر ان چاروں میں سے ایک چیز بھی جدا کر لی جائے تو پھر زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ پانی بھی انسانی زندگی کا ایک جزو ہے اور جس طرح بغیر ہوا کے انسان زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح بغیر پانی کے بھی انسان کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

زندگی کے لئے ہوا کے بعد پانی سب سے ضروری ہے۔ چوں کہ فطرت کا منشاء زندگی کو برقرار رکھنا ہے، اس لئے پانی افراط سے مہیا کیا گیا ہے۔ زمین کی سطح کے سات حصوں میں سے پانچ پر پانی ہے۔ فطرت کے زبردست عوامل حرارت اور ہوا وغیرہ اسے زمین کے مختلف حصوں پر پہنچانے میں مصروف ہیں۔

جسم کی ساختوں میں دو تہائی سے زیادہ پانی ہوتا ہے۔ یہ غذا میں بدرقہ کا کام دیتا ہے، یعنی غذا کو بدن کے تمام حصوں میں لے جاتا اور قابل ہضم بناتا ہے۔

یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ کل انسان کے جسم کا دو تہائی وزن پانی کے باعث ہوتا ہے۔ اوسطاً تقریباً 4.5 پائنٹ پانی روزانہ جسم سے بذریعہ گردہ، امعاء تنفس اور جلد کے اخراج پاتا ہے۔ نیز یہ بھی اندازہ کیا گیا ہے کہ اگر انسانی غذا میں نصف کے قریب پانی ہو تو تقریباً 2.75 پائنٹ پانی کی ضرورت اور ہوتی ہے۔ مگر جسم میں پانی کی ضرورت کا انحصار بہت سی باتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً حرارت جسمانی، آب و ہوا اور غذا کی کثرت یا قلت، ورزش، آرام وغیرہ۔ جب پروٹین (لحمی غذا) مثل گوشت، کباب، قیمہ، بھنا ہوا گوشت، تیز مصالحہ دار اشیاء بکثرت کھانے میں آتی ہیں، تو پانی کی جسم کو بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بہت شدت سے پیاس لگتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کی غذا سے یوریا (فضلات خون) کی مقدار زیادہ بنتی ہے۔ جس کو تحلیل کر کے خارج کرنے کے لئے پانی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ مگر فقط میوہ جات اور ماکولات کھانے سے جسم میں پانی کی کافی مقدار جمع رہتی ہے۔

بدن میں خون کی ایک مقررہ مقدار جسم کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ جب پانی کی مقدار جسم میں کم پہنچے تو خون احشاء، عضلات اور دیگر جسمانی ساختوں سے پانی کو جذب کر کے اپنی مقدار کو پورا کر لیتا ہے اور اگر پانی زیادہ پیا جائے تو وزن کو پورا رکھنے کے لئے فالتو پانی گردوں یا جلد کے راستے جلد اخراج پاتا رہتا ہے۔ ان کیفیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم کی ساخت اور احشاء اندرونی میں پانی کا ذخیرہ رہتا ہے۔ جو ضرورت کے وقت خون میں شامل ہو سکتا ہے۔ استسقائے لحمی میں جو بوجہ امراض قلب یا کلیہ ہو جاتی ہے۔ اگر پانی کی مقدار کم پی جائے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے خون احشاء سے پانی کو جذب کرتا رہتا ہے۔ برخلاف اس کے جب خون گاڑھا اور غلیظ ہوتا ہے تو نازک عروق شعریہ سے اس کے گزرنے کے لئے قلب کو زیادہ محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ امراض قلب میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پانی تمام احشائے اندرونی کو دھو کر صاف کرتا رہتا ہے اور بہت سے فاسد مادے اور زہریلی رطوبات کو اپنے ہمراہ جسم سے خارج کرتا رہتا ہے۔ جسم میں اس کا یہ فعل از حد مفید ہے۔ معدنی چشموں کے پانی اس کام کے لئے بطور دوا اسی اصول کے مطابق فی زمانہ بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ علاوہ احشائے اندرونی کے تمام خارج کنندہ اعضا مثل گردہ، مثانہ، نائیزہ کو پانی خوب دھو کر پاک و صاف کرتا رہتا ہے۔ پس امراض گردہ مرض نقرس اور شدید تپوں (بخاروں) میں پانی کا بکثرت پینا از حد مفید ہے۔ اور جناب حکیم جالینوس نے حمیات میں مریض کو پانی دینا جائز

قرار دیا ہے۔

خواص

- پانی بے ذائقہ بے بو اور بے رنگ سیال ہے۔ زیادہ گہرائی میں دیکھنے سے یہ نیلگوں نظر آتا ہے۔
- یہ صفر درجہ پر جم جاتا ہے اور 100 درجہ سینٹی گریڈ پر جوش کھانے لگتا ہے۔
- پانی کی تین حالتیں (الف) ٹھوس یعنی برف (ب) سیال یعنی پانی (ج) اور گیس یعنی بھاپ ہیں۔
- پانی سب سے بڑا محلل ہے، اس لئے اسے محلل کل بھی کہتے ہیں۔

فوائد

- انسان کے جسم میں ستر فی صدی پانی ہوتا ہے، ہر روز ایک بالغ فرد کے بدن سے بول و براز، پسینہ اور سانس کے ذریعہ تقریباً تین سیر پانی خارج ہوتا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے پانی کا استعمال ناگزیر ہے۔
- جسم انسانی کے تمام کیمیائی اعمال کے لئے پانی ضروری ہے۔
- غذا کے جزو بدن بننے کے لئے اس کا تحلیل ہونا ضروری ہے۔ پانی غذا تحلیل کرتا ہے۔
- فضلات کا بدن سے اخراج کرتا ہے۔
- بدن کا درجہ حرارت یکساں رکھتا ہے۔ خون میں پانی کی مقدار تقریباً 80 فیصدی ہے۔
- کھانے، غسل اور صفائی وغیرہ میں کام آتا ہے۔

ذرائع

پانی حاصل کرنے کے ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

سمندر: سمندر کا پانی سب سے زیادہ کثیف اور غیر خالص ہوتا ہے۔ دریا اپنی تمام کثافتیں بہا کر سمندر میں لے جاتے ہیں۔ عمل تبخیر کے ذریعے سمندر سے خالص پانی کا اخراج ہوتا رہتا ہے اور کثافتوں کا تناسب بڑھتا رہتا ہے۔ سمندر کے پانی میں نمک طعام کا تناسب اوسطاً 20.6 فیصدی ہوتا ہے اور اس کے علاوہ پوٹاشیم، کیلشیم اور میگنیشیم کے اجزاء بھی معتد بہ ہوتے ہیں۔ سمندر کے پانی سے نمک حاصل کیا جاتا ہے۔ کثافتوں کی وجہ سے سمندری پانی پیا نہیں جاسکتا اور اسے پینے سے پہلے کشید کرنا پڑتا ہے۔

بارش: یہ سمندر کے پانی کی تبخیر کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اسے بھی کشید کردہ پانی کی طرح صاف ہونا چاہئے۔ لیکن جب بارش کا پانی ہوا میں سے گزرتا ہے تو ہوا سے کئی اشیاء اس میں حل ہو جاتی ہیں مثلاً تیزاب، شورہ، امونیا، آکسیجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ، مرکبات گندھک، گرد و غبار اور جراثیم وغیرہ۔ البتہ جب کچھ دیر تک بارش ہو چکے تو یہ پانی کافی حد تک صاف ہوتا ہے۔ بارش کے پانی میں معدنیات شامل نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ خوش ذائقہ اور ہاضم نہیں ہوتا۔

دریا: دریا کا پانی بارش، پہاڑوں کی برف، جھیلوں، چشموں اور ندی نالوں کے پانی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ان سب کی کثافتوں کے علاوہ جس راستے سے بہتا ہے، اس کی غلاظتیں اور کثافتیں بھی اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ یہ بعض قدرتی ذرائع سے صاف بھی ہوتا رہتا ہے: (۱) پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے کثافتوں کا تناسب کم ہو جاتا ہے۔ (۲) ہوا کی آکسیجن پانی میں مل کر بہت سی کثافتیں دور کر دیتی ہے۔ (۳) بعض معلق کثافتیں تہ میں بیٹھ جاتی ہیں۔ (۴) دھوپ سے بھی کثافتیں دور ہوتی ہیں۔ (۵) مچھلیاں، آبی حیوانات و نباتات بہت سی کثافتیں ختم کر دیتے ہیں۔

بالعموم دریا کا پانی پینے کے قابل نہیں ہوتا اور اسے پینے سے پہلے اُبال لینا چاہئے۔

✿ **ندی و نهر**: ان کا پانی دریا سے کہیں زیادہ کثیف اور پینے کے قابل نہیں ہوتا۔

✿ **جهیلیں**: جھیلوں میں بارش اور ندی وغیرہ کا پانی ہوتا ہے۔ عموماً یہ صاف اور پینے کے قابل ہوتا ہے۔ گاہے وادیوں یا نشیب میں بند باندھ کر مصنوعی جھیل بنائی جاتی ہے۔

✿ **تالاب**: نہانے دھونے اور مویشیوں کے پانی پلانے کی وجہ سے تالاب کا پانی کثیف اور ناقابل استعمال ہو جاتا ہے۔ جہاں آب رسانی کا دارومدار تالاب پر ہو، وہاں ان اُمور کی مخالفت کر دینی چاہئے۔

✿ **جوهڑ**: اس کا پانی کثیف اور ناقابل استعمال ہوتا ہے۔

✿ **چشمے**: بارش کے پانی کا اوسطاً تہائی حصہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے۔ یہ جس زمین میں جذب ہوتا ہے، اس کی بہت سی اشیاء بھی اس میں جذب ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ کسی ایسے غیر نفوذ پذیر طبقہ میں جمع ہو جائے، جس کی بالائی سطح مسامدار ہو تو پانی چشمے کی صورت میں پھوٹ پڑتا ہے۔ عموماً یہ پانی عمدہ اور پینے کے قابل ہوتا ہے۔ اگر اس میں چونا وغیرہ معدنیات ہوں تو اسے ابال کر پینا چاہئے۔

✿ **کنویں**: کنواں مصنوعی چشمہ ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) اوتھلا یا سطحی کنواں: ایسے کنویں زمین کی پہلی غیر نفوذ تہہ تک کھودے جاتے ہیں۔ ان میں قریب کی بیرونی سطح سے جذب ہو کر پانی آتا رہتا ہے۔ کنوؤں کے قریب آبادی اور گندی نالیاں ہوتی ہیں، اس لئے ان کا پانی رس رس کر کنویں میں آتا رہتا ہے اور اس کے پانی کو غلیظ بنا دیتا ہے۔

(ب) گهرا یا عمیق کنواں: یہ زمین کی دوسری غیر نفوذ پذیر تہہ تک کھودے جاتے ہیں۔ ان میں پانی چھن کر آتا ہے اور نامیاتی کثافتوں سے صاف ہوتا ہے۔ لیکن یہ معدنی اجزاء کی شمولیت سے بھاری ہو جاتا ہے۔

(ج) معیاری کنواں: اسے گھاؤ اور نشیب، دلدل یا قبرستان سے دور ہونا چاہئے۔ اس کی دیواروں پر سیمنٹ کا پلستر اور منڈیر زمین سے دو تین فٹ اونچی ہونی چاہئے۔ چار پانچ فٹ تک چاروں طرف زمین ڈھلوان اور پختہ ہو۔ پانی بہنے کے لئے ایک پختہ نالی ہو۔ کنویں کا منہ بند ہو اور اس میں صرف پانی نکالنے کا راستہ ہو جو پانی نکالنے کے بعد بند کر دیا جائے۔ کنویں سے دو سو فٹ تک بیت الخلاء، غلاظت کا ڈھیر یا گڑھا نہ ہو۔ کنویں سے پچاس گز کے فاصلے تک نہانے دھونے اور مویشیوں کو پانی نہ پلانے دیا جائے۔ کنویں سے پانی نکالنے کے لئے لوہے کا ڈول اور زنجیر استعمال کی جائے۔ سال میں ایک دفعہ کنویں کو صاف کیا جائے۔

✿ **نل کا پانی**: شہروں میں نلوں کے ذریعے پانی پہنچایا جاتا ہے۔ یہ پانی دریا جھیل یا گہرے کنوؤں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ تقسیم سے قبل اس پانی میں دوا شامل کر کے بھیجا جاتا تھا۔ نل کا پانی صاف اور پینے کے لئے عمدہ ہوتا ہے، لیکن اگر نل زنگ آلود اور شکستہ ہو جائیں تو یہ پانی غلیظ اور مضر صحت ہو جاتا ہے۔

پانی کی کثافتیں

یہ کثافتیں دو قسم کی ہوتی ہیں: (۱) محلول (۲) معلق۔

(۱) **محلول کثافتیں**: ان میں معدنیات اور گیسیں شامل ہیں۔ یہ کم مقدار میں مضر نہیں، لیکن زیادہ ہوں تو پانی ضرر رساں ہوتا ہے۔

(۲) **معلق کثافتیں**: ان میں نباتاتی اور حیوانی کثافتیں، ریت وغیرہ کے ذرات کیڑوں کے تخم اور جراثیم شامل ہیں۔

ہلکا اور بھاری پانی: پانی دو قسم کا ہوتا ہے:(۱) ہلکا پانی (۲) بھاری پانی۔

(۱) **ہلکا پانی:** عام پانی ہے جس میں صابن اچھی طرح جھاگ دیتا ہے۔

(۲) **بھاری پانی:** اس پانی میں چونے اور میگنیشیم کے نمکیات حل ہوتے ہیں۔ جب اس پانی میں صابن ملایا جائے تو یہ نمکیات صابن سے مل کر ناقابل حل مادہ بنا دیتے ہیں، اور جھاگ کی بجائے پھٹکیاں سی بن جاتی ہیں۔ یہ پانی دھونے یا پکانے کے قابل نہیں ہوتا اور اس میں غذا نہیں گلتی۔ لیکن اسے پینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

بھاری پانی کی اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں:(۱) عارضی بھاری پانی (۲) مستقل بھاری پانی۔

(۱) **عارضی بھاری پانی:** عارضی میں چونے اور میگنیشیم کے بائی کاربونیٹس شامل ہوتے ہیں، اس پانی کو جوش دینے سے یہ محلول مرکبات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور پانی چھاننے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

(۲) **مستقل بھاری پانی:** مستقل بھاری پانی میں چونے اور میگنیشیم کے نمکیات حل ہوتے ہیں، جوش دینے سے ان میں فرق نہیں پڑتا۔ البتہ کپڑے دھونے کا سوڈا شامل کرنے سے یہ جاتے رہتے ہیں۔

معدنی پانی

اگر پانی میں معدنی محلول کی مقدار زیادہ ہو تو اسے معدنی پانی کہتے ہیں۔ بالعموم اسے ان معدنیات سے منسوب کیا جاتا ہے جو اس میں نمایاں ہوں۔ مثلاً اگر گندھک یا اس کے مرکبات زیادہ ہوں تو اسے گندھک کا پانی کہتے ہیں۔ اس کے چشمے کراچی، میانوالی، جہلم، ہزارہ، نتھیا گلی شمالی علاقہ جات وغیرہ میں ہیں۔ ان کا پانی خارش اور دیگر جلدی امراض میں مفید ہوتا ہے۔ جن چشموں کے پانی میں لوہے کے نمکیات حل ہوں، اسے آہنی پانی کہا جاتا ہے۔ اگر پانی میں کڑوے نمکیات، اپسم سالٹ (میگنیشیم سلفیٹ) محلول ہوں تو اسے کڑوا پانی کہا جاتا ہے۔ یہ پانی مسہل ہوتا ہے اور گٹھیا وغیرہ کے لئے سود مند ہوتا ہے۔

ناقص پانی کے امراض

کڑوا پانی پینے سے اسہال آتے ہیں۔ ایسا میگنیشیم کے نمکیات سے ہوتا ہے۔ پانی طفیلی اجسام اور ان کے تخم ہوں تو بدہضمی اور درد اپھارہ ہو جاتا ہے۔ ہیضہ، پیچش وغیرہ کے جراثیم پانی میں ہوں تو یہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

پینے کا پانی

- پینے کا پانی صاف، بے بو اور بے رنگ ہونا چاہئے۔
- معلق یا محلول کثافتوں سے پاک ہو، البتہ معدنی نمکیات کم مقدار میں نہ صرف بے ضرر بلکہ مفید ہوتے ہیں۔
- اس میں امراض کے جراثیم نہ ہوں۔

پانی کی صفائی

پانی سے کثافتیں دور کرنے اور اسے صاف کرنے کے طریقے تین قسم کے ہیں۔

- **طبعی طریقہ (فزیکل میتھڈز):** اس کے بھی دو طریق ہیں:(الف) عمل کشید (ب) جوش دینا۔

(الف) **عمل کشید (ڈسٹیلیشن):** اس طریق میں پانی کو بخارات بنا کر عرق کی طرح کشید کر لیا جاتا ہے۔ اس سے پانی کی کثافتیں دور ہو

جاتی ہیں اور وہ صاف ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ طریق بہت گراں ہے۔ بحری جہازوں میں اس طرح سمندر کے پانی کو قابل استعمال بنایا جاتا ہے۔

(ب) جوش دینا: پانی اُبالنے سے اس کی تمام نباتی وحیوانی کثافتیں دور ہوجاتی ہیں۔ امراض کے جراثیم ہلاک ہوجاتے ہیں۔ چونے اور میگنیشیم کے نمکیات تہہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ مضر گیسیں نکل جاتی ہیں۔ کشید کرنے یا اُبالنے سے پانی کی ہوا خارج ہوجاتی ہے اور یہ خوش ذائقہ نہیں رہتا۔ یہ نقص دور کرنے کے لئے پانی کو چند بار کسی قدر فاصلے سے اُلٹ پلٹ کرلینا چاہئے۔ اس طرح پانی میں ہوا حل ہوجاتی ہے اور یہ خوش ذائقہ ہوجاتا ہے۔

✿ کیمیائی طریق: اس کے دو طریقے ہیں: (الف) رسوب کرنا (ب) جراثیم کش ادویات۔

(الف) رسوب کرنا: پانی میں بعض کیمیائی اشیاء پھٹکڑی اور چونا شامل کرنے سے جراثیم ہلاک ہوجاتے ہیں اور پانی کے محلول مادے اور نامیاتی کثافتیں بیٹھ جاتی ہیں۔ ایک گیلن پانی میں تقریباً ایک رتی پھٹکڑی ملائی جاتی ہے۔

(ب) جراثیم کش ادویات: پانی میں جراثیم کش ادویات شامل کرنے سے پانی صاف ہوجاتا ہے۔ اس غرض کے لئے عموماً بلیچنگ پاؤڈر اور پوٹاشیم پرمینگنیٹ استعمال کیا جاتا ہے۔

بلیچنگ پاؤڈر: چائے کا آدھا چمچہ دس چھٹانک پانی بلیچنگ پاؤڈر میں حل کریں۔ اس محلول میں سے ایک چائے کا چمچہ دس گیلن پانی صاف کرسکتا ہے۔

پوٹاشیم پرمینگنیٹ: کنوؤں اور تالابوں کا پانی صاف کرنے کے لئے (لال دوا) بہت مفید ہے۔ اسے اتنی مقدار میں ملانا چاہئے کہ پانی کا رنگ گہرا ارغوانی ہوجائے۔ کنوئیں کے حجم کے اعتبار سے ایک چھٹانک سے چار چھٹانک تک پوٹاشیم پرمینگنیٹ اس میں ڈالیں۔ اگر اسے رات کو کنوئیں میں ڈالا جائے تو صبح تک پانی قابل استعمال ہوجاتا ہے۔

✿ آلاتی طریق - عمل تقطیر یعنی پانی چھاننا: اس طریق میں پانی کو مخصوص آلات کے ذریعے صاف کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے صرف نامیاتی کثافتیں دور ہوتی ہیں، اس لئے یہ قابل استعمال نہیں ہوتا۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے پانی میں بلیچنگ پاؤڈر ملایا جائے۔ پھر مقطر کیا جائے۔ عمل تقطیر کے دو طریقے ہیں۔

(الف) حوض: شہروں میں پانی صاف کرنے کے لئے خاص حوض بنائے جاتے ہیں۔ ان حوضوں میں دریا یا کنویں کا پانی چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے تک رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے پانی کی تمام کثافتیں تہہ نشین ہوجاتی ہیں۔ یہ پانی نلوں کے ذریعے دوسرے حوضوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔

(ب) آلات تقطیر: ''فلٹر'' خانگی ضرورت کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان میں پاسچر چیمبرلین فلٹر عمدہ ترین ہوتا ہے۔

(ج) تین گھڑوں کا فلٹر: تین مٹی کے گھڑے اوپر نیچے رکھ کر پانی مقطر کرنے کا پرانا طریقہ مفیر ہوتا ہے۔

غذائے انسانی

وبائی امراض کی تقسیم

چونکہ وبائیں قانون فطرت کے مطابق اور منظم طریق پر آتی ہیں، اس لئے ان سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی اپنے اندر ایک خاص اصول اور ضبط رکھتی ہیں۔ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں تحریر کرچکے ہیں کہ مقامی فضا یا آب وہوا (پانی وہوا کا قوام) میں کمی بیشی وتغیر وتبدل اور فساد وخرابی ہی سے وباؤں کا ظہور ہوتا ہے۔ اور ان سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی اسی نظم وضبط کے ساتھ نمودار ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ مقامی فضاء اور آب و ہوا میں کمی بیشی وتغیر وتبدل اور فساد وخرابی میں کچھ ہوا کا اثر ہوتا ہے اور پانی میں زیادتی اور کبھی حرارت کی افراط ہوتی ہے۔اس لئے وبائی امراض بھی انہی کی مناسبت سے پیدا ہوتے ہیں۔یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ فضاء اور آب وہوا میں حرارت کے افراط کے ساتھ امراض ہوا کی خرابی کے پیدا ہوں یا ہوا کے اثرات میں تیزی ہو اور امراض پانی کے نمودار ہو جائیں۔اسی طرح اگر فساد پانی میں پیدا ہو اور امراض حرارت کے ظاہر ہو جائیں۔ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔بلکہ نظم وضبط ہر جگہ اور ہر صورت میں قائم رہے گا۔بعض اہل فن اور صاحب علم یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب فضاء اور آب وہوا میں تعفن اور فساد پیدا ہو جائے،خصوصاً جراثیمی زہروں کی صورت میں تو یہ نظم وضبط قائم نہ رہ سکے۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔یہاں بھی یہی نظم وضبط قائم رہے گا۔کیونکہ قانون فطرت ہر جگہ ایک ہی صورت میں کام کرتا ہے۔اس میں ذرا بھر تبدیلی نہ ہوگی۔جو خرابی حرارت میں پیدا ہوگی،اس میں حرارت کا اثر غالب رہے گا۔البتہ حرارت میں تعفن اور فساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔جو فساد پانی میں پیدا ہوگا،بالکل اسی کی مناسبت سے اس میں زہر یا جراثیمی اثرات ظاہر ہوں گے۔اسی طرح جو تعفن ہوا میں نمودار ہوگا،بالکل اسی مناسبت سے زہر یا جراثیمی مادے اپنا اثر کریں گے۔اس کی مثال بالکل ایٹم بم کی ہے۔جس قسم کا ایٹم (ابتدائی کائناتی عنصر) پھٹے گا،اسی قسم کے اثرات فضاء اور آب وہوا میں پیدا کر دے گا۔اگرچہ تباہی کرنے میں سارے برابر ہوں گے،مگر ہائیڈروجن بم (پانی کے ابتدائی عناصر) کے پھٹنے سے جو اثرات ظاہر ہوں گے وہ دیگر اقسام کے ایٹم بم کے پھٹنے سے ظاہر نہیں ہوں گے۔اس لئے جب اس ایٹم زدہ فضا یا آب وہوا اور ذی حیات کا مداوا کیا جائے گا تو لازمی امر ہے کہ ایٹم کے ابتدائی عنصر کو ضرور سامنے رکھا جائے گا۔ورنہ مداوا بالکل ناممکن ہو جائے گا۔یہاں پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھ لیں کہ ایٹم کی تباہی سے جو ہلاکت خیزی پیدا ہوتی ہے وہ جراثیمی نہیں ہوتی۔اگرچہ بعد میں سوزش سے جراثیمی زہر قبول کر لے،مگر ابتداً ان سے جو ہلاکت پیدا ہوتی ہے وہ جسم وروح بلکہ زندگی کو جلا دینے تک محدود ہوتی ہے۔مقصد یہ ہے کہ ہر تباہی وہلاکت صرف جراثیم تک محدود نہیں ہے،بلکہ مقامی اور آب وہوا کے مزاج کے بگڑ جانے سے بھی زندگی اور ذی حیات ختم ہو جاتی ہیں۔بلکہ موالید ثلاثہ تک جل بھن کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی اور حیات بلکہ غیر ذی حیات بھی جن کا مدار ہوا پانی پر ہے،اس کے بغیر کیسے قائم رہ سکتی ہے۔صرف جراثیم تک وبائی امراض کو محدود کر لینا فرنگی طب کی غلط فہمی اور کوتاہ نظری ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جب ایٹم کی تباہی میں ہر قسم کے نباتی وحیوانی زندگی ختم ہوتی ہے،بلکہ جمادات بھی جل جاتے ہیں،تو جراثیم کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔

آگ،ہوا اور پانی کے اثرات

یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ آگ،ہوا اور پانی کے جسم انسانی پر اثرات ہوتے ہیں۔کبھی معمولی اور کبھی شدت کے ساتھ ہوتے ہیں۔لیکن ان کے اثرات انسان کے مفرد اعضاء پر کیا ہوتے ہیں،اور کس قسم کے ہوتے ہیں۔اس کے متعلق فی الحال فرنگی سائنس بے خبر اور ناواقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ وبائی امراض کی حقیقت کا صحیح اور یقینی علم نہیں رکھتی اور اندھیرے میں عطایانہ تیر چلاتی ہے۔

یہ تو یقینی امر ہے کہ آگ،ہوا،پانی کے اثرات جسم انسانی پر ایک ہی جیسے نہیں ہوتے۔آگ کا اثر جدا ہے اور ہوا،پانی کے اثرات الگ اور علیحدہ ہیں۔لازمی صورت ہے کہ یہ اثرات جسم انسان کے مختلف اعضاء خصوصاً اس کے مفرد اعضاء پر جدا جدا قسم کے ہوتے ہیں اور الگ الگ علامات ظاہر کرتے ہیں۔جب تک ہم آگ،ہوا،پانی کے اثرات کو ان کے جدا جدا مفرد اعضاء پر علیحدہ علیحدہ نہ سمجھ لیں،ہم آگ،ہوا اور پانی کے غیر معمولی اثرات سے پیدا ہونے والے امراض کو کبھی پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ان کا پورے طور پر ذہن نشین کرنا وبائی امراض کی حقیقت کو پا لینا ہے۔

مفرد اعضاء کی تقسیم

انسان کی پیدائش ایک کیسہ (سیل) سے ہے۔ جو ایک حیوانی ذرّہ کہلاتا ہے۔ جسم کی تقسیم در تقسیم سے اپنی بافت اور ساخت (ٹشوز) سے انسان کا مکمل جسم تیار کرتے ہیں۔ یہ کیسے (سیلز) ان کی ساخت و بافت (ٹشوز) چار قسم کے ہوتے ہیں: (۱) عصبی بافت (نروز ٹشوز)۔ (۲) عضلاتی بافت (مسکولر ٹشوز)۔ (۳) قشری بافت (اپی تھل ٹشوز)۔ (۴) الحاقی بافت (کنکٹو ٹشوز)۔

عصبی بافت سے تمام جسم کے اعصاب تیار ہوتے ہیں، جن کا مرکز دماغ ہے۔ عضلاتی بافت سے تمام جسم کا گوشت اور مچھلیاں تیار ہوتے ہیں، جن کا مرکز دل ہے۔ قشری بافت سے تمام جسم کے اندرونی اور بیرونی پوست و جسد اور غدد بنتے ہیں، جن کا مرکز جگر ہے اور الحاقی بافت سے تمام جسم کی ہڈیاں و رباط اور تار تیار ہوتے ہیں اور تمام جسم کا بھراؤ بھی اسی الحاقی بافت سے ہوتا ہے۔ بلکہ خون میں بھی اس کا اثر غالب ہے۔ گویا الحاقی بافت بنیاد کا کام کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ خون کے علاوہ اعضاء دو قسم کے ہیں۔ اوّل بنیادی اعضاء جن میں ہڈی، رباط، او تار اور جسم کا بھراؤ شامل ہیں۔ دوسرے حیاتی اعضاء جن میں اعصاب و عضلات اور غدد شریک ہیں۔ جن کے مراکز علی الترتیب دماغ و دل اور جگر ہیں۔ انہیں سے انسانی زندگی قائم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دل و دماغ اور جگر تینوں اپنی بناوٹ شکل اور افعال کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس سے ان کی اغذیہ بھی مختلف ہیں اور ان پر مختلف اقسام کے اثرات ہوتے ہیں۔ جن کا جدا جدا جاننا ہی ان کو صحیح طریق پر ذہن نشین کرنا ہے۔

مفرد اعضاء پر آگ، پانی، ہوا کے اثرات

چونکہ مفرد اعضاء اپنی بناوٹ و شکل اور افعال کے لحاظ سے بالکل جدا جدا ہیں اور آگ، ہوا، پانی بھی اپنے اثرات میں بالکل الگ الگ ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کائنات صغیر (زندگی) کا تعلق کائنات سے کیا ہے۔ دوسرے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نفس کا آفاق سے کیا تعلق ہے۔ تاکہ زندگی اور کائنات کو سمجھ لینے کے بعد ہم ان کے اچھے و برے اثرات کو ایک دوسرے سے پوری طرح جان سکیں۔

جاننا چاہئے کہ جسم انسان میں جب پانی اپنا اثر کرتا ہے تو رطوبت اور بلغم کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور حرارت کم ہو جاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جب اعصاب میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو بھی جسم انسان میں بلغم اور رطوبت کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ طب قدیم میں اعصاب کی غذا بلغم تسلیم کیا گیا ہے۔ فرنگی سائنس بھی اعصاب کی غذا کے لئے گلیسرین اور فاسفورس ضروری ہے۔ ثابت ہوا کہ پانی کا اثر اعصاب کے فعل میں تیزی پیدا کرنا ہے اور اس کی کمی اس کے فعل میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان میں ہوا کا اثر زیادہ ہو جاتا ہے، تو خون میں جوش اور خشکی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ جب عضلات میں تحریک ہوتی ہے تو دل میں انقباض پیدا ہوتا ہے، دل کا فعل تیز ہو جاتا ہے اور حرارت کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے۔ طب قدیم عضلات کی غذاء کے لئے خون کو پیدا کرنے والی اشیاء تسلیم کرتی ہے۔ اور فرنگی طب میں عضلات کی غذا میں اجزاء لحمیہ اور سرخ ذرّات کو خون تسلیم کیا گیا ہے۔ ان سب میں ہوا کے اجزاء زیادہ ہیں۔ جسم میں ہوا کی مقدار کو بڑھا دیتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ ہوا کا اثر عضلات پر زیادہ ہے اور وہ عضلات کے فعل کو تیز کر دیتی ہے اور اس کی کمی عضلات اور دل کے فعل میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔

پانی اور ہوا کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ جسم انسان میں جب حرارت کے اثرات زیادہ ہو جاتے ہیں تو رطوبت اور خشکی کی بجائے حرارت کی زیادتی اور صفراء کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ یہی صورت اس وقت بھی سامنے آتی ہے جب جگر (غدد) کے فعل کو تیز کر دیا جاتا ہے۔ طب قدیم نے جگر کی غذا صفراء تسلیم کیا ہے اور فرنگی طب بھی جگر کی غذا میں گندھک کی ضرورت کو نمایاں تسلیم کرتی ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ جگر (غدد) پر

حرارت اور گرمی کا زیادہ اثر ہوتا ہے اور وہ اس کے فعل میں تیزی پیدا کر دیتی ہے اور جب اس میں کمی واقع ہوتی ہے، جگر کا فعل سست ہو جاتا ہے۔

وبائی امراض کا مفرد اعضاء سے تعلق

طب قدیم دل و دماغ اور جگر کو اعضاء رئیسہ تسلیم کرتی ہے اور فرنگی طب اعصاب و عضلات اور غدد کے بنیادی اعضاء ٹشوز (بافتیں) کو حیاتی آرگن مانتی ہے اور انہی پر زندگی اور حیات رواں دواں ہے۔ انہی کے صحیح حالت میں رہنے سے صحت قائم رہتی ہے اور انہی کے افعال میں خرابی پیدا ہونے سے امراض نمودار ہو جاتے ہیں اور ان میں سے اگر کسی ایک کا فعل بالکل باطل ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ان پر گرمی و ہوا اور پانی کے جدا جدا اثرات ہوتے ہیں اور جب کوئی وباء ظاہر ہوتی ہے تو اس میں بھی کبھی گرمی کی زیادتی ہوتی ہے، کبھی ہوا اور پانی کے اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جب بھی کوئی وبا نمودار ہوتی ہے وہ اپنے اثرات کے مطابق نظم اور ضبط کے ساتھ ایک خاص قسم کے امراض پیدا کر دیتی ہے۔ وہ امراض زہریلے ہوں یا غیر زہریلے یہ وبا کی نوعیت پر منحصر ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جب وبا میں پانی کے اثرات زیادہ ہوں تو اعصاب میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ایسے امراض پیدا ہوتے ہیں جن میں رطوبات و بلغم کی زیادتی اور حرارت میں کمی واقع ہو جائے۔ مثلاً نزلہ زکام، محرقہ دماغی، بلغمی کھانسی، قے، اسہال اور ہیضہ وغیرہ اور جب یہ مزمن صورتیں اختیار کر لیں ان سے طاعون اور آتشک جیسے امراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

جب وبا میں ہوا کے اندر تیزی پیدا ہو جائے تو سرسام، نمونیا، محرقہ بدنی اور ہارٹ فیلور جیسے امراض ظاہر ہوتے ہیں۔ جب وباء میں گرمی کے اندر تیزی آ جائے تو نزلہ حار، پسلی کا درد (پلورسی) ملیریا اور زرد بخار جیسے امراض نمودار ہو جاتے ہیں۔ یا ایسے امراض پیدا ہوتے ہیں جن کا ان سے تعلق ہوتا ہے۔

یہ ہیں وہ حقائق جو ہماری تحقیق ہے اور طب قدیم کی روشنی میں کی گئی ہے۔ جن کا فرنگی طب کو کوئی علم نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ یہ تحقیقات فرنگی طب میں پہلے ہو چکی ہیں تو ان کو چیلنج کرتے ہیں اور ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ یہ سب تحقیقات مزاج اور اخلاط اور مفرد اعضاء کے تحت کی گئی ہیں۔ اس وقت فرنگی طب مفرد اعضاء کے نظریہ سے واقف نہیں ہے اور وہ مزاج و اخلاط کے حقائق سے انکار کر چکی ہے۔ ہم ان کو اپنی کتاب مبادیات طب میں چیلنج سے ثابت کر چکے ہیں اور ان پر ہر گھڑی بحث کرنے کو تیار ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں تسلیم کرنا پڑے گا کہ فرنگی طب غلط ہے۔

حفاظتِ صحت زمانہ وباء

چونکہ ہوا میں بالذات یا بالغرض اکثر حالات میں فساد پیدا ہو کر وبا پھیلتی ہے، اور اگر دیگر اسباب مذکورہ سے وبا کا ظہور ہوا ہے، تاہم ہوا کا فساد اس کے جوہر کا بگڑ جانا بہت بڑا سبب ہوتا ہے۔ لہٰذا نہایت اہتمام کے ساتھ ہوا کی اصلاح کی جانب اپنی ہمتوں کو مصروف اور ارادوں کو مستحکم کرنا چاہئے اور صفائی و مقام سکونت ونشست و برخاست وحرکت وسکون وغسل وحمام وعوارض نفسانی یعنی غم وغصہ وفکر وسرور وغیرہ میں وبا کے زمانہ میں ایک خاص قسم کی تبدیلی ہونی ضروری ہے۔ چنانچہ ان تبدیلیوں کی تشریح کی جاتی ہے۔

اگر وباء شروع ہو گئی ہے یا شروع ہونے کا احتمال ہے تو فوراً مکانات کو کوڑا کباڑ اور اشیاء متعفنہ وسریع الفساد وغیرہ سے صاف کر کے مکانات کے کمروں اور دالانوں اور شہ نشینوں وغیرہ کو مکانات کے گزرگاہوں کو مجلاً دہلیز وغیرہ کے در و دیوار کو اور چھت کو شورمٹی وغیرہ سے صاف کر کے قلعی یا صاف مٹی سے لیپنا چاہئے۔

اگر ہوا میں برودت وتری کا غلبہ ہو، مثلاً برسات یا سرما کے فصل میں، تو مکانات کے دروں میں اور کمروں وغیرہ میں اور نیز دہلیز یا گزرگاہوں میں انگیٹھیوں میں آگ روشن کر کے رکھ کر ایک روز گندھک کی تدخین (دھواں دینا) کی جائے اور دوسرے روز عود یا بالچھڑ یا ناگرموتھہ یا چھل چھلیرہ کی جس کو اشنہ کہتے ہیں، تبخیر کی جائے۔

گندھک کی تبخیر سے ہوا کے اجزائے ردّی الجوہر معدوم ہو جائیں گے اور آخرالذکر اشیاء کی تبخیر سے ہوا میں نفاست پیدا ہو جائے گی اور تدفین وتدبیر اس طور سے ہونا چاہئے کہ حتی الامکان اشیاء سوختہ کا دھواں کمروں اور دالانوں اور مکان کی دہلیز اور گزرگاہوں کے در و دیوار اور چھت میں اچھی طرح سرایت کرے۔ اس غرض کی تکمیل بایں طور سے ہوگی کہ کمروں کے در و دیوار بند کر دیئے جائیں یا کوئی ایسی تدبیر کی جائے جس کی وجہ سے ایک دم سے دھواں باہر کی جانب خارج نہ ہو جائے۔ اور تبخیر ایک گھنٹہ تک ہو سکے یا دالان یا گزرگاہوں میں ہونا چاہئے۔ اور ہرگاہ کہ تبخیر موقوف کی جائے۔ تو بعد موقوفی کے پندرہ بیس منٹ تک اس مقام پر بلا اشد ضرورت جانا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ بعض مزاج اس تبخیر کے اثر سے مکدر ہو جائیں۔ اور بنظر اصلاح ہوا ایک کمرہ یا ایک مقام پر بہت سے آدمیوں کی نشست وسکونت ہرگز نہ چاہئے۔ اس لئے مجمع انسان وحیوان کا بوجوہ مذکور ہوا کے لئے نہایت ہی بری چیز ہے۔ خصوصاً وبا کے زمانہ میں مجمع مذکور نہایت ہی خطرناک ہو جاتا ہے۔

وبا کے زمانہ میں حرکات وسکون بدنی کی ہدایت

قبل اس کے کہ حرکات وسکون کے قواعد نہایت شرح وبسط کے ساتھ جو تندرستوں کو عمل میں لانا چاہئیں، ہم بیان کر چکے ہیں۔ مگر قواعد مذکور کا عمل میں لانا اسی زمانہ تک محدود ہے کہ جب فساد ہوا یا وبا نہ ہو۔ لیکن جب کہ امراض وبائیہ شروع ہوں، یا ہوائے فاسد کی وجہ سے مختلف امراض کی یورش ہو، تو اس حالت میں حرکت وسکون کے احکام میں ایک تبدیلی عظیم پیدا کرنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے۔ المختصر یہ کہ وباء کے زمانہ میں حرکات قویہ اور ریاضت نہایت درجہ مضر ہے، بلکہ سکون وراحت کی نہایت ضرورت ہے۔ اس لئے کہ حرکات اور ریاضت سے مسامات بدن کی فصیحت ہوتی ہے اور متواتر سانس کے ذریعہ سے ہوا بھی زیادہ جسم کے اندر داخل ہوتی ہے اور بدن کے رطوبات بھی تحلیل ہوتے ہیں۔ اور یہ اُمور اجسام انسان میں وبا کے تاثیرات پیدا کرنے کے لئے نہایت قوی اور خوفناک موثرات ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے کثرت بیداری بھی زمانہ وبا میں مضر ہے۔ اس لئے کہ بیداری بوجہ خروج اور ارواح لوئی وحرارت کی جانب خارج بدن کی کلیتہً حرکت وریاضت سے متشابہ ہے۔ پس زیادہ جاگنے سے بھی وہی نتائج پیدا ہوں گے جو حرکات قویہ اور ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اگر ریاضت اور حرکات غیر معمولی کے ترک پر کسی وجہ سے قدرت نہ ہو تو۔

حفاظت صحت زمانہ وباء

اس میں قلت اور کمی تو ضرور ہی ہونی چاہئے۔ بجز اس کے کہ کوئی اور اسباب ایسے پیدا ہو جائیں کہ جن کی وجہ سے حرکات قویہ اور ریاضت کی ضرورت ہو۔

امتناع حرکت سے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ معمول کاروبار کے لئے بھی حرکات ممنوع ہو جائیں۔

وبا کے زمانہ میں عوام کو علاوہ نماز پنجگانہ اکثر اوقات نماز نوافل پڑھنا نہایت ہی فائدہ مند ہوگا۔ اس لئے کہ نماز نوافل سے مسرت روحانی بھی یقیناً حاصل ہوتی ہے اور حرکات معتدلہ کا بھی فائدہ پہنچتا رہے گا۔

زمانہ وبا میں مسہل وقے وفصد وجماع سے نہایت ہی پرہیز چاہئے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں بدن میں حرکات قویہ پیدا کرتی ہیں اور ان

سے ارواح ورطوبات بدن کا اخراج بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا زمانہ وباء میں امور مذکورہ کا ارتکاب نہایت ہی پرخطر معاملہ ہے۔

وباء کے زمانہ میں سکون وحرکات روحانی

قبل اس کے ہم روحی علاج کی بحث میں بدلائل ثابت کر چکے ہیں کہ بدن کی تاثیرات نفس (روح) پراور نفس کی تاثیرات بدن پرفوری طور سے واقع ہونا یقینی ہیں۔ اسی بنا پر ہم کو یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ وباء کی حالت میں غم وغصہ والم وخوف وفکر وغیرہ عوارض نفسانیہ کا عارض ہونا ایک خطرناک معاملہ ہے جو حرکات نفسانی کی تفاصیل کی بحث کرنے سے عمدہ طور پر ثابت ہو جائے گا۔ البتہ حرکات نفسانی سے مسرت اور ابتہاج (خوشی) ایک ایسی کیفیت نفسانی ہے کہ جس کے حصول کی اکثر حالات وامراض خصوصاً وباء کے زمانہ میں ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا ایام وباء میں غم وغصہ وفکر وخوف اور وہم سے جس طرح سے ممکن ہو، آزاد رہنا چاہئے۔ اگرچہ امور مذکورہ کا عارض ہونا امور اختیاریہ سے نہیں ہے، مگر تاہم تدبیرات سے اور عقل کی جانب رجوع کرنے سے ان میں کمی آجانا بالکل زائل ہو جانا ممکن ہے۔

وباء کے زمانہ میں اکثر آدمیوں کی طبائع پر تو غم وخوف وہراس غالب ہوتا ہے۔ اس کے لئے بہترین تدبیر یہ ہے کہ امور مصرعہ صدر یعنی مراتب حفظ صحت کی پابندیاں کر کے اپنے آپ کو بالآخر فانی اور فتنی شمار کر کے اپنے قلب کو حقد (کینہ) وحسد وبغض ونفسانیت وقساوت قلبی (سنگدلی) وغیرہ ملکات رویہ سے باز رکھے۔ اور اکثر ان کتابوں کا مطالعہ کرتا رہے کہ جن میں سلف صالحین اور انبیاء اولیاء کا ذکر خیر ہو۔

نزلہ زکام وبائی

ماہیت

نزلہ زکام وبائی بالکل عام نزلہ زکام کی طرح ایک صورت ہے۔ اس سے کوئی جدا اور الگ حیثیت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام'' اور'' بے خطا یقینی علاج'' میں لکھ چکے ہیں۔

فرق

وبائی اور غیر وبائی نزلہ زکام میں حسب ذیل فرق ہے:

1. حملہ شدید اور علامات میں تیزی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ یعنی فوراً ہی اس کی تیزی کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں اور علامات فوراً بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جسم اور روح دونوں کمزور ہوتی معلوم ہوتی ہیں۔ دل ودماغ میں خوف وہراس اور لرزہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ زندگی کے خطرے کا احساس شدید ہو جاتا ہے۔
2. حملہ عالمگیر ہوتا ہے، یعنی اس میں ایک فرد یا چند افراد گرفتار نہیں ہوتے بلکہ اکثر افراد بیک وقت اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اکثر کوئی گھر خالی نہیں ہوتا، بلکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ اس کا اثر محسوس کرتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ہر تندرست انسان میں بھی اس کا خوف پایا جاتا ہے۔ یہی اس کی وبائی صورت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔
3. نتیجہ خطرناک نظر آتا ہے۔ عام طور پر اس کا نتیجہ خطرناک ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جبکہ ابتداءً اس کے حملہ کے بعد علاج کی طرف فوراً رجوع نہ کیا جائے۔ اموات باکثرت ہوتی ہیں۔

موسمی نزلہ اور وبائی نزلہ کا فرق

موسمی نزلہ میں بھی عمومی صورت پائی جاتی ہے، مگر اس میں شدت اور علامات میں تیزی نہیں ہوتی۔ وہ عالمگیر صورت اختیار نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا نتیجہ اس قدر خطرناک ہوتا ہے۔ وبائی نزلہ کو بالکل اس طرح خیال کریں کہ جیسے ہائیڈروجن بم چلا دیا گیا ہو اور اس سے فضاء اور آب وہوا جل گئی ہو۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

اس امر کو ذہن سے نکال دیں کہ نزلہ زکام وبائی ایک انسان سے دوسرے انسان میں اثر انداز ہوتا ہے، بلکہ فضاء اور آب وہوا میں اس قدر فساد وتعفن ہوتا ہے جس میں سانس لینے سے افراد اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کی مثال ہائیڈروجن بم سے دی گئی ہے۔ ہائیڈروجن کے معنی پانی کے ہیں۔ نزلہ زکام وبائی میں پانی کے اندر شدید فساد پیدا ہو کر اس میں ہلاکت کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ البتہ غیر وبائی نزلہ زکام کے تنفس اور دیگر مواد کا اثر دوسرے پر ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ نزلہ زکام بھی تعفن اور زہریلے مواد کا حامل ہو۔ نزلہ زکام وبائی کے مریض کے تنفس کے اثرات کی نسبت معتدل ہوتے ہیں، کیونکہ طبیعت مدبرہ بدن نے اس مواد کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے ایسے مریضوں کے علاج اور تیمارداری سے گریز نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ایک حد تک وہ تنفس مفید ثابت ہوتا ہے اور جسم میں قوت مدافعت پیدا کرتا ہے اور فضائی زہریلے اثرات کو ضائع کرتا ہے۔ ایک طرف فرنگی طب میں نرسنگ (تیمارداری) کی ٹریننگ (تربیت) دی جاتی ہے اور دوسری طرف عوام کو جراثیم سے ڈرایا جاتا ہے۔ کیا ہسپتالوں میں نرسیں روزانہ جراثیم کا شکار ہو کر مرتی ہیں یا کوئی ایسا واقعہ کبھی پیدا ہوا ہو کہ وبا کے ایام میں مریضوں کے ساتھ ساتھ نرسیں بھی مرنا شروع ہو گئی ہوں۔ تاریخ اس کی کوئی شہادت پیش نہیں کر سکتی۔ اس لئے مریضوں کی تیمارداری سے خوف زدہ ہو کر بھاگنا نہیں چاہئے، بلکہ اس سے دل کی کمزوری پیدا ہوتی ہے جو خود موت کا باعث ہے۔

وبائی نزلہ زکام کے حملہ کی وسعت

وبائی صورت میں اکثر پہلے زکام ہوتا ہے، پھر فوراً نزلہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جلدی ہی گلا، حنجرہ، مری سے گزر کر پھیپھڑوں اور معدہ تک کو اپنے زیر اثر کر لیتا ہے۔ اس کے بعد دل ودماغ پر قابو پا لیتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ حملہ ہونے کے ساتھ ہی سر سے لے کر مقعد تک غشائے مخاطی (میوکس ممبرین) سوزش ناک، متورم اور سرخ ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات خون بھی آ جاتا ہے۔

نوٹ: اس امر کو یاد رکھیں کہ غشائے مخاطی کی سوزش اپی تھل ٹشوز (قشری بافت) کی سوزش سے نہیں ہوتی بلکہ غشائے مخاطی میں جو عصبی بافتیں (نروز ٹشوز) ہوتی ہیں، ان میں ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں اکثر ورم دماغ اور گردن توڑ بخار کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ جو حقیقت اور اپنی تحقیق پیش کی ہے، فرنگی طب اس علم سے بھی ناواقف ہے۔ یہ تحقیق اس لئے پیش کی ہے کہ تشخیص اور علاج میں غلطی نہ رہ جائے۔ البتہ قشری بافتوں میں تحلیل اور عضلاتی بافتوں میں سکون پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سے نظریہ مفرد اعضاء کے جاننے والے خوب سمجھتے ہیں۔

اسباب نزلہ زکام وبائی

فضا اور آب وہوا میں نمی کے اندر تعفن وفساد پیدا ہو جائے، اس میں تغیر وخرابی ظاہر ہو جائے یا اس موسم میں کمی بیشی واقع ہو جائے۔ خاص طور پر شدید بارش اور سردی کے موسم میں یا ان کے فوراً بعد حرارت کی زیادتی ہو جائے، جس سے ابخرات ردیہ کی کثرت ہو جائے جیسا کہ وباؤں کے بیان میں ہم لکھ آئے ہیں۔ چاند کے اثرات زمین پر شدید ہو جائیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان کوئی

ستارہ یا سیارہ آ جائے اور سورج کی حرارت کو زمین پر آنے میں رکاوٹ کا باعث ہو، وغیرہ۔

فرنگی طب میں اس کا سبب بے سی لائی انفلوئنزہ بیان کیا گیا ہے۔ ہم جراثیم کے اثرات سے انکار نہیں کرتے، مگر اس کو سبب واصلہ تسلیم نہیں کرتے، جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام'' اور ''بے خطا یقینی علاج'' میں جراثیم کے اثرات کو تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ اول تو ان جراثیم کا ان کو یقینی علم نہیں ہے، کیونکہ یہ جرثومہ نہایت نازک ہے، اس کی شکل اس طرح بیان کی جاتی ہے، ہر ایک جرثومہ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ گاہے گاہے جوڑا جوڑا اور کبھی کبھی گروپ بھی بنے ہوتے ہیں۔ اس میں تعفن یہ ہے کہ یہ جرثومہ غیر متحرک ہوتا ہے اور اس پر رنگ نہیں چڑھتا یعنی یہ ''گرام نیگیٹو'' ہے۔ علاوہ ان نقائص کے یہ اپنی نزاکت کی وجہ سے فلٹر کی بتی سے آسانی سے گزر سکتا ہے اور اس کی نسل بذریعہ تخم ریزی نہیں بڑھتی۔ اس کو ''بلڈ اگر'' پر اگا کر ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس جرثومہ کے علاوہ سپٹر پٹوکوکائی اور نیموکوکائی کا فرق سمجھتے ہیں، وہ فرنگی طب کی متضاد علمی تحقیقات سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اور اگر وہ نظر مفرد اعضاء کو سامنے رکھ کر امراض واسباب پر غور کریں گے تو ان کو فرنگی طب کے اَن سائنٹفک (غیر علمی) ہونے کا پورا پورا یقین ہو جائے گا۔

اس امر سے ہم انکار نہیں کرتے کہ تعفن سے جراثیم پیدا نہیں ہوتے یا جراثیم سے تعفن اور زہر پیدا نہیں ہوتا، مگر حیرت تو یہ ہے کہ فرنگی طب سے آج تک اس امر کا فیصلہ نہیں ہو سکا کہ نزلہ زکام وبائی کا سبب دراصل کونسا جرثومہ ہے۔ اگر ان کو یقین ہے اور ان کی تحقیقات صحیح ہیں تو فوراً اس کی صحیح اور اکسیر دوا تیار ہو جانی چاہئے جو اس مرض کی ہر صورت اور ہر درجہ پر یقینی اور بے خطا شفا بخشنے والی ہو۔ اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ نزلہ زکام میں کبھی اعصاب میں سوزش ہوتی ہے اور کبھی غدد اور عضلات میں اور ہر ایک کے سوزش پیدا ہونے کی صورت جدا جدا ہے اور یا مختلف اقسام کے ارباب اپنا الگ الگ اثر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ پھر فرنگی طب نزلہ زکام وبائی کے لئے ایک ہی قسم کے جراثیم کو ہر صورت میں یا دو تین اقسام کو صرف نزلہ زکام وبائی کی ایک صورت پر کیسے اثر انداز ہونا ثابت کر سکتے ہیں۔ یقیناً ان کو ایک صورت اختیار کرنی پڑے گی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ فرنگی طب کی تحقیقات غلط ہیں اور یقیناً وہ ایک غیر علمی (اَن سائنٹفک) طریق علاج ہے۔ جب تک اس کو بدلا نہیں جائے گا، علم علاج مکمل نہیں ہو سکتا۔

علامات

فرنگی طب نے اس کی علامات کے تین درجے مقرر کئے ہیں: (اول) ابتدائی علامات (دوسرے) شدید علامات، جس میں مرض کی ابتداء ہوتی ہے۔ (دوم) جس میں مرض پوری شدت میں ہوتا ہے اور مریض کو اپنے قابو میں کئے ہوتا ہے۔ (تیسرے) انتہائی، جس میں مریض کا نتیجہ سامنے آ جاتا ہے یعنی مریض صحت یاب ہوتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ بعض فرنگی ڈاکٹروں نے اس کے تین درجے اس طرح مقرر کئے ہیں:

✿ **تنفسی**: جس میں تمام نظام تنفس ناک سے شش تک ماؤف ہو جاتا ہے۔ تنگی تنفس، کھانسی، ناک اور آنکھ سے پانی کا بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ کھانسی کے ساتھ بلغم یا گاڑھا تھوک مائل زرد رنگ سرخی مائل خارج ہوتا ہے اور بلغم میں ایسے مادے کثرت سے خارج ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں ذات الجنب وذات الریہ بھی پائے جاتے ہیں۔

✿ **اعصابی**: اس میں درد سر اور درد کمر شدید سخت کسالت محسوس ہوتی ہے۔ اس میں غشائے دماغ، نخاع، ورم دماغ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

✿ **انضمامی**: اس میں غثیان، قے، اسہال، درد شکم، قولنج واقع ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ دیگر عوارضات کی صورت میں حرارت، ضعف قلب، ورم گردہ اور ورم اوردہ بھی پایا جاتا ہے۔ بعض فرنگی ڈاکٹروں نے نزلہ زکام وبائی کی پانچ ٹائپس (صورتیں) لکھی ہیں:

❁ **فبرائیل ٹائپ:** اس میں حرارت کی شدت کے ساتھ دیگر علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کا حملہ دل پر ہوتا ہے۔

❁ **رسپائی ریٹری ٹائپ:** اس میں اعضاء تنفس پر حملہ شروع ہوتا ہے۔

❁ **گسترو انٹسٹائینل ٹائپ:** اس کا حملہ اعضاء غذائیہ پر ہوتا ہے۔

❁ **نروس ٹائپ:** اس کا حملہ نظام عصبی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

❁ **مے لگننٹ ٹائپ:** شدید اور مہلک، اس میں فوراً انتہائی ضعف قلب پیدا ہو جاتا ہے اور دیگر علامات میں بھی شدت پائی جاتی ہے۔

ہماری تحقیقات

نزلہ زکام وبائی کی تین صورتیں ہیں: اعصابی، غدی اور عضلاتی۔ اس کا اوّلین حملہ اعصاب پر ہوتا ہے، چاہے دماغ سے شروع ہو چاہے اعضاء تنفس سے ابتداء کرے، چاہے اعضاء غذائیہ سے اس کی ابتداء ہو۔ یہ اوپر نیچے کا فرق مریض کی حرارت کی کمی بیشی کا نتیجہ ہے۔ اگر جسم میں حرارت کی بالکل کمی ہے، تو حملہ دماغ سے شروع ہوگا۔ اور اگر حرارت کی زیادتی ہوگی تو اوپر سے نیچے کی طرف جائے گا۔ بہرصورت نزلہ زکام وبائی کی ابتداء اعصاب سے شروع ہوگی۔ جس کی علامات میں نزلہ زکام، سر بوجھل، منہ میں پانی، بلغمی کھانسی، قے واسہال، پیشاب کی زیادتی وغیرہ کسی ایک علامت سے ابتداء ہوگی اور رفتہ رفتہ باقی سامنے آتی جائیں گی۔ دوسرا حملہ غدد پر ہوگا۔ اس میں جگر وگردہ اور معدہ وامعاء کے غدد مبتلا ہو جائیں گے اور غشائے مخاطی ناک میں سوزش ہو جائے گی۔ اس میں گلا اور سینہ خاص طور پر شریک ہوں گے اور یہ اثر بھی حرارت کی مناسبت سے سر سے پیٹ کی طرف جاری رہے گا۔ تیسرا حملہ عضلات پر ہوگا، اس میں قلب متاثر ہوگا۔ اس صورت میں درد جسم، دل کا گھٹنا، ڈوبنا (یاد رکھیں ضعف قلب اور اختلاج وغیرہ نہیں ہوگا)۔ البتہ قلب کوشش کرے گا کہ اس کی رفتار تیز ہو جائے، مگر قلب وعضلات کی طرف رطوبات کی زیادتی ہوگی۔ اس لئے وہ پھولتے جائیں گے اور قلب بوجھل ہوتا جائے گا۔ اس کی رفتار سست ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے مریض کے اندر کمزوری کی زیادتی، خوف اور بے اُمیدی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جلد ہی مریض بے ہوش اور غنودگی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اکثر ورم دماغ پیدا ہو جاتا ہے۔ گردن نہیں اٹھا سکتا۔ جیسے گردن ٹوٹ گئی ہو۔ اکثر موت سے قبل بخار اُتر جاتا ہے۔ کبھی ہوش میں بھی آ جاتا ہے مگر ایسی صورت میں زندگی بے حد مشکل ہو جاتی ہے۔ البتہ انتہائی صحیح علاج کے بعد مریض بچ سکتا ہے۔

ان علامات پر غور کریں اور دیکھیں فرنگی طب میں کہاں کہاں غلطیاں ہیں اور کیسی شدید اور خوفناک ہیں، اور پھر ان کو دعویٰ ہے کہ ان کی طب سائنٹفک (علمی) ہے۔

علاج

ہر قسم کے علاج میں اس امر کو ضرور مدنظر رکھیں کہ علاج میں صرف دواء پر بھروسہ نہیں کر لینا چاہئے بلکہ ان باتوں کو ذہن نشین رکھیں:

(۱) ماحول (۲) غذا (۳) ادویہ اور وبائی امراض میں تو ان اُمور پر زیادہ توجہ دیں۔ کیونکہ وباؤں میں خاص طور پر فضاء وموسم اور آب وہوا ہی اسباب میں شریک ہوتے ہیں اور اثر انداز ہوتے ہیں۔ ماحول میں مریض کی دیکھ بھال، درجہ حرارت اور صفائی کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اگر مریض ایسے مقام پر ہے جہاں اس کے ماحول کی آب وہوا اور موسم وبائی اثرات پیدا کرتا ہے یا وہاں کا درجہ حرارت جسم کے درجہ حرارت کو نقصان کا باعث ہے اور صفائی کی بجائے گندگی اور تعفن کے ڈھیر قریب ہیں تو اکسیر ادویات اور بہترین اغذیہ بھی مریض کی صحت کو واپس نہیں لا سکتیں۔ اس لئے غذا اور ادویہ سے قبل ماحول کی درستی بے حد اہمیت رکھتی ہے۔

علاج میں تین باتیں نہایت اہم ہیں: (۱) امنیت کا بڑھانا (۲) زہریلے مواد کو مدنظر رکھنا (۳) زود اثر اور تیز ادویات کا استعمال کرنا۔ امنیت جس کو انگریزی میں ''ایمیونٹی'' کہتے ہیں، گویا قوت مدافعت اعضاء کو بڑھایا اور مضبوط کیا جائے۔ یعنی جس عضو کے فعل میں کمی واقع ہو رہی ہے، اس کو تیز کیا جائے۔ امنیت کی تفصیل کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام'' میں لکھ چکے ہیں۔ زہریلے مواد کے سلسلہ میں اس کو مدنظر رکھیں کہ وبائی امراض کا علاج بالکل اس طرح کرنا چاہیے جیسے زہروں یا زہریلے جانوروں مثلاً سانپ کے ڈس لینے سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مریض کے جسم میں صرف مواد نہیں ہوتے بلکہ مواد زہریلے بن چکے ہوتے ہیں جو دم بدم جسم اور خون میں پھیل رہا ہے۔ جن سے اعضاء کے افعال باطل ہو رہے ہیں۔ وبائی امراض میں ادویات ہمیشہ تیز اور زود اثر بلکہ تریاق اور اکسیر کے درجے کی ہونی چاہئیں۔ نئے تجربات نہیں کرنے چاہئیں۔ دوا کا درمیانی وقفہ گھنٹے نہیں بلکہ منٹ ہونے چاہئیں۔ ہر گھڑی مریض کی حالت کی نگرانی ہونی چاہئے کہ کسی وقت بھی اس کی کوئی علامت بڑھنے نہ لگے۔ اگر کوئی علامت بڑھتی نظر آئے تو سمجھ لیں کہ دوا کم ہے یا غذا کی ضرورت ہے۔ فوراً اس طرف توجہ کریں۔ گھبرائیں نہیں۔ کیونکہ اکثر مریض اور اس کے لواحقین ہر علامت کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ خود مریض کا مطالعہ کریں اور علاج کی کوشش کریں۔

علاج عمومی

ہر کومس کا قول ہے کہ جو شخص گائے کا گھی استعمال کرے گا، وہ وباء کے اثر سے محفوظ رہے گا۔ اس میں شک نہیں کہ روغن گاؤ فادزہر حیوانی ہے۔ اور اس سے بھی وبائی سمیت کا اثر باطل ہو جاتا ہے۔ ① عود کو جلا کر اس کا دھواں لینا وبائی ہوا کی اصلاح کرتا ہے۔ ② کندر کا سونگھنا اور بخور کرنا دونوں مفید عمل ہیں۔ ③ پیاز کو سرکہ میں رکھ کر کھانا وباء کا دافع ہے اور سرکہ ڈالنے یا جوشاندہ بنانے کے بغیر بھی استعمال کیا جائے تو آب و ہوا کے اختلاف سے جو مضر اثر پیدا ہوا کرتا ہے، اس کا عمدہ تدارک ہے۔ ④ لہسن کا کھانا بدنی رطوبتوں کی عفونت کو زائل کرتا اور صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ ⑤ قسط کا دھواں لینے سے اس وباء کا جو عفونت سے حادثہ ہوئی ہو، ازالہ ہو جاتا ہے۔ ⑥ مرکمی ایک ماشہ پینے سے بھی عفونت دفع ہو جاتی ہے۔ ⑦ قطران و چڑیل کے تیل کا صبح و شام اور رات کے وقت سونگھنا فائدہ بخش ہے۔ ⑧ میعہ سائلہ کا بخور کرنا بھی سودمند ہے۔ ⑨ گل مختوم ۵ ماشہ کو سفوف بنا کر کھانا یا پانی میں حل کر کے پینا عمدہ دوا ہے۔ ⑩ عنبر ۳ رتی کا پینا بھی اور بخور کرنا بھی سمیت وبا کا تریاق ہے۔ کندی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ⑪ میعہ سائلہ ایک ماشہ ⑫ بلسان ۲ ماشہ ⑬ کافور ۳ رتی ⑭ مصطگی ۳ ماشہ ⑮ زعفران ۵ ماشہ ⑯ شہد ۳ تولہ ⑰ رانتج ۶ ماشہ ⑱ مشک ایک ماشہ۔ یہ سب دوائیں فرداً فرداً کھانے اور بخور کرنا دافع وباء ہیں۔

علاج بالا دویہ

ادویات کی ضرورت اکثر امراض کی حالت میں ہوتی ہے، مگر وبائی ایام میں قانون کے تحت ہر شخص جو مریض نہیں ہے، اس کو بھی روزانہ دوا استعمال کرنی چاہئے۔ کیونکہ فضا اور آب و ہوا میں غیر معمولی فساد اور تعفن ہے۔ اس کے اثرات ہر شخص کے اعضاء اور خون پر مسلسل پڑ رہے ہیں۔ جن سے قوت مدافعت مرض (امنیت) اور قوت مدبرہ بدن کمزور ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ہر شخص کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بدن اور نفس کی حفاظت کرے اور اس کو تقویت پہنچائے۔ اگر غفلت برتی گئی تو قوی امکان ہے کہ امراض کا حملہ اس شخص پر ہو جائے۔ ممکن ہے کہ بے حد شدید ہو اور زیادہ نقصان کا باعث ہو۔ اس لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ حفظان صحت کے اُصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی روزانہ دفع امراض اور مقوی دوا استعمال کرتا رہے۔ اس مقصد کے لئے ذیل کی ادویہ مفید ہوں گی: ① شہد خالص تولہ دو تولے روزانہ تین چار بار چاٹ لیا کرے۔ نیم گرم پانی یا چائے میں گھوٹ کر پی لیا کرے۔ ② بخار، نزلہ وبائی: مرکمی ایک ماشہ شہد خالص میں تین حصے میں ملا لیں۔ خوراک ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مقوی قلب: مربہ آملہ ۲ چھٹانک، مربہ بلیلہ ۲ چھٹانک، مربہ زنجبیل ایک چھٹانک، طباشیر ایک چھٹانک۔ تمام مربہ جات کو

کوٹ کر باریک کرلیں۔ پھر طباشیر کا سفوف تیار کرلیں۔ تین گنا شہد میں معجون بنائیں۔ طباشیر اس وقت ڈالیں جب معجون کو آگ سے نیچے اُتار لیں۔ خوراک چھ ماشہ سے دو تولہ تک استعمال کرا سکتے ہیں۔ (۴) خمیرہ مروارید زعفرانی: زعفران خالص ۳ ماشہ، خمیرہ مروارید ۳ تولہ۔ دونوں کو خوب اچھی طرح ملالیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے ۳ ماشہ تک استعمال کرا سکتے ہیں۔ سفوف مفرح: زہر مہرہ خطائی ۵ تولہ، زعفران چھ ماشہ، نارجیل دریائی ۵ تولہ، کہربا ۵ تولہ، مشک خالص ایک ماشہ، کشتہ سیپ ڈھائی تولہ، کشتہ سنکھ ڈھائی تولہ سفوف بنالیں۔ جوارش مفرح خوراک ۳ ماشہ سے ۹ ماشہ تک مفید ہے۔

مندرجہ بالا ادویات نزلہ زکام وبائی کی حالت میں بھی حسب ضرورت۔ اسی طرح زعفرانی چائے بھی ایک مفید مفرح ہے۔ یعنی چائے کہ دم کے وقت ایک تولہ بہترین چائے میں ایک ماشہ خالص زعفران ڈالا جائے۔ ایک لذیذ اور فرحت بخش محافظ نزلہ وزکام وبائی ہے۔

مرض کی شدت کی صورت میں: خوراک ۴ رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ آب نیم گرم یا قہوہ چائے کے ساتھ استعمال کرائیں۔ نسخہ: پارہ ایک حصہ، گندھک ۳ حصے، دونوں کو ایک گھنٹہ کھرل کریں۔ بس سفوف تیار ہے۔ (۲) یہ دواء حسب ضرورت مندرجہ بالا ادویات کے ہمراہ بھی دے سکتے ہیں۔ (۳) اگر قبض ہو تو اس میں ہم وزن مرکی ملالیں اور خوراک دو چند کرلیں۔ (۴) اگر حملہ شدید اور حالت خطرناک ہو تو اکسیری غدی عضلاتی مرکی والی حصے میں ایک حصہ جمال گوٹہ شامل کرلیں۔ انشاء اللہ یہ دوا مریض کو موت کے منہ سے چھین لائے گی۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس دواء کا مقابلہ فرنگی طب نہیں کرسکے گی۔ (۵) اگر قبض شدید ہو، مسہل عضلاتی ایک ایک گولی ہر نصف گھنٹہ بعد دیں۔ شحم حنظل، موصی، مصبر زرد ہم وزن گولیاں بقدر نخود بنالیں۔ اگر کمزوری زیادہ بڑھ گئی ہو تو مندرجہ مقوی اور مفرح ادویات میں عنبر اشہب مقدار میں ایک رتی کا اضافہ کرکے استعمال کرائیں۔ (۷) تحقیقات نزلہ زکام میں جو عضلاتی اور غدی نسخے دیئے گئے ہیں، ان کو بھی مدنظر رکھیں اور ضرورت کے وقت استعمال کرائیں۔ جوہر شفاء عضلاتی: روغن لونگ ایک تولہ، روغن دارچینی ایک تولہ، روغن تارپین ۲ تولے۔ خوراک: ایک بوند سے ۸ بوند تک۔ ہر نصف گھنٹے بعد دے سکتے ہیں۔ اس سے ناک، گلے اور سینے کی جلن بہت جلد ختم ہوسکتی ہے۔ تندرستی کی حالت میں اس کی روزانہ ایک بوند وبائی اثرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ ہم نے تمام دعویٰ کی ادویات پیش کردی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یقینی کامیابی ہوگی۔

نزلہ زکام میں غذاء کے احکام

ایک غلط فہمی

عام طور پر مشہور ہے کہ وباء کے ایام میں خالی پیٹ نہیں رہنا چاہئے۔ دوسرے اگر کھانا چاہئے تو لطیف اور زود ہضم اغذیہ کھانی چاہیں۔ دراصل یہ تینوں باتیں نہ صرف غلط فہمی پر مبنی ہیں بلکہ کلیۃً غلط ہیں۔ اوّل تو خالی پیٹ کا تصور ہی غلط ہے۔ عام طور پر خالی پیٹ اس کو کہتے ہیں، جب انسان صبح سو کر اٹھتا ہے لیکن سو کر صبح اٹھنے کے بعد ضروری نہیں ہے کہ انسان کی غذاء پورے طور پر ہضم ہوچکی ہے اور پیٹ خالی ہوگیا ہے۔ پیٹ خالی ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ شدید بھوک لگ رہی ہو اور پیٹ میں کوئی عارضہ بھی نہ ہو۔ جب تک بھوک نہ لگے اور پیٹ بلکہ تمام جسم اپنے اندر ہلکا پن محسوس نہ کرے، اس وقت تک ہم اپنے پیٹ کو خالی نہیں کہہ سکتے۔ اور جب انسان کا پیٹ خالی ہوگا اور اس کو شدید بھوک لگ رہی ہوگی تو پھر پیٹ خالی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہر شخص خود بخود کھانے پر مجبور ہے اور بھوک ہی نہ ہو اور نہ پیٹ اور جسم ہلکا پھلکا ہوا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کھانے کی طلب اور خواہش نہ ہو تو پھر بلا ضرورت کیوں کھایا جائے۔ چاہے عام دن ہوں یا وبائی ایام۔ ایسی حالت میں کھانا بے حد مضر ہے۔ کیونکہ پیٹ میں غذا ہے اور اس پر کھالیا گیا ہے۔ گویا کھانے پر کھالیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں امراض میں نہ گرفتار ہونے والا انسان

بھی خود بخود وبا میں گرفتار ہو جائے گا۔ کیونکہ اوّل بدہضمی کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ دوسرے دوران خون معدہ وامعاء کی طرف مصروف ہو جائے گا۔ جسم کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ تیسرے حرارت جسم خرچ ہوگی۔ چوتھے ان خرابیوں کے باعث اعضائے رئیسہ مقابلہ وباء سے عاجز ہو جائیں گے۔ ان تمام اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ بغیر شدید بھوک نہ کھائیں۔ چاہے صبح کا وقت ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ صبح سے شام بھی ہو جائے اور بھوک نہ ہو تو غذا سے دور رہنا چاہئے۔ البتہ بھوک ہو اور نہ کھایا جائے، خصوصاً ایام وباء میں تو یہ بھی سخت مضر ہے۔ ایسی صورت میں جسم کمزوری محسوس کرتا ہے اور قوت مدافعت پریشان ہو جاتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دوران خون تیز ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ دل گھٹ جاتا ہے۔ اس لئے شدید بھوک میں نہ کھانا بھی ویسا ہی مضر ہے جیسے شدید بھوک کے بغیر کھا لینا خرابیٔ صحت کا باعث ہے۔

دوسری غلط فہمی یہ کہ زود ہضم اور لطیف اغذیہ کھانی چاہئیں۔ جیسے چاول، دلیا، ڈبل روٹی، پھل، دودھ اور شوربا چپاتی وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ لطیف و ثقیل غذا کا مسئلہ ہی غلط سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ لطیف اغذیہ کے مقابلے میں مقوی اغذیہ کو مثلاً گھی والی روٹی، حلوہ، مٹھائیاں، زیادہ گھی والے چاول، پلاؤ، زردہ، سویاں اور کیک پیسٹری وغیرہ۔ لیکن جاننا چاہئے کہ کل چھ ذائقے ہیں: (۱) شیریں (۲) پھیکا (۳) نمکین (۴) چرپرہ (۵) ترش (۶) تلخ۔ اور سب کی تقسیم تین صورتوں پر ہوگی: (۱) کھاری (۲) نمکین اور (۳) ترشی۔ دیکھنا یہ ہے کہ امراض کس قسم کے ہیں اور جسم میں کس صورت کی کمی پائی جاتی ہے۔ اور جس چیز کی کمی ہو، اس کو پورا کرنا چاہئے اور اس کے مطابق اغذیہ تجویز کرنی چاہئیں۔ تاکہ جسم میں صحت اور طاقت پیدا ہو۔

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے جو معالج زود ہضم اور لطیف کے نام پر چاول، دلیا، ڈبل روٹی، ساگودانہ، پھل، دودھ اور شوربا چپاتی وغیرہ تو غور کریں کہ اس میں غذاء کی تمام صورتیں قائم ہیں۔ یعنی ان میں کھاری، ترش اور نمکین ہر قسم کی اغذیہ شریک ہیں۔ غور کریں کہ مرض کے مطابق صورت ہوگی تو لازمی امر ہے کہ مرض بڑھے گا۔ اس لئے لطیف اور زود ہضم اغذیہ کو امراض کی صورتوں اور کیفیات کے مطابق ترتیب دیں۔ صرف اتنا ہی کہہ دینا کہ وبائی ایام میں لطیف اور زود ہضم اغذیہ نہ دیں، جن میں کھاری پن ہو، بالکل منع ہیں۔ اور جن میں ترشی ہو، وہ مفید ہیں۔ نمکین بھی مفید ہیں۔

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ غذا چوتھائی کھانی چاہئے تاکہ معدہ پر بوجھ نہ پڑے اور جلد ہضم ہو جائے۔ یہ نظریہ بھی گزشتہ دونوں نظریات کی طرح غلط فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ غذا کی مقدار کے متعلق یہ اُصول یاد رکھیں کہ معدہ کے حجم کے مطابق غذا ہونی چاہئے۔ عام طور پر دو چھٹانک کی روٹی ہوتی ہے اور ایک متوسط انسان اگر شدید بھوک کے وقت کھائے تو تین آسانی سے کھا لے گا۔ اگر احتیاط مطلوب ہو تو تین کی بجائے دو کھا لے۔ بس یہ غذا کھانے کا بہترین طریقہ ہے کہ تین کی بھوک ہو تو دو روٹیاں کھا لیں۔ اسی نسبت سے چاول، دلیا اور دیگر اقسام کی اغذیہ بھی کھا سکتے ہیں۔ اگر دو سے زیادہ کھانا چاہیں تو نسبت یہی ہونی چاہئے کہ تیسرا حصہ بھوک چھوڑ دیں۔ مگر دو سے کم نہ کھائیں۔ اگر کم کھانے کی عادت ہو تو اس میں کم از کم تیسرا حصہ غذا چھوڑ دیں۔ مگر کوشش کریں کہ اس قدر بھوک ہو کہ دو روٹیاں کھائیں اور ایک روٹی کی بھوک باقی رہنی چاہئے، وغیرہ وغیرہ۔

اس انداز سے غذا کھانے کا یہ فائدہ ہے کہ اگر اعضاء اغذیہ کو پورے طور پر غذا ملے تو غذا کی مقدار کا بڑا اثر پڑتا ہے اور وہ مشینی طور پر بھی اپنے افعال صحیح انجام دیتی ہے۔ اس کے دباؤ سے پیٹ پر بوجھ پڑے گا۔ اجابت اچھی طرح دباؤ کے ساتھ ہوگی۔ اور امعاء پورے طور پر صاف ہوں گی اور غذا ہضم ہونے پر پوری مقدار میں خون بنے گا اور ہاضمہ آسانی سے خراب نہیں ہوگا۔ اگر غذا چوتھائی کھائی جائے۔ اوّل تو کھانے والا خود اچھی طرح اندازہ نہیں لگا سکتا، اگر کھائے گا بھی تو قبض ہو جائے گا۔ دو روز کی قبض کے بعد ہاضمہ خراب ہو جائے گا اور انسانی کمزوری بھی محسوس کرے گا۔ اس لئے چوتھائی غذا کھانا نقصان دہ ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ (۱) غذاء ہر حال میں شدید بھوک کے وقت کھانی چاہئیے۔ جب تک بھوک نہ ہو، خالی معدہ نہیں کہا جا سکتا۔ چاہے انسان صبح سو کر کیوں نہ اُٹھا ہو۔ (۲) غذا میں لطیف اور زود ہضم اور ثقیل و دیر ہضم کا تصور اس وقت تک بے معنی ہے، جب تک صورت غذا ضرورت جسم اور نوعیتِ مرض کو نہ دیکھ لیا جائے۔ ورنہ ہر غذا نقصان رساں ہو سکتی ہے۔ (۳) غذا ہمیشہ مقدار معدہ کے حجم کے مطابق کھانی چاہئے۔ البتہ اس میں تیسرا چوتھا حصہ بھوک باقی ہو تو چھوڑ دینا چاہئے۔ کم خوراک مثلاً دو نوالے کھانا کوئی غذا نہیں ہے۔ اوّل تو کم غذا اس وقت کھائی جاتی ہے، جب بھوک ہی نہیں ہوتی۔ دوسرے یہی کم غذا اندر جا کر بدہضمی و نقص کا باعث بنتی ہے، جس کا نتیجہ خوفناک امراض کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

وبائی امراض میں غذاء

وبائی ایام میں غذا کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ جسم انسانی غذا پر قائم ہے جو بدل ما تحلل کی صورت پیدا کرتا ہے۔ چونکہ وبائی ایام میں آب و ہوا اور فضاء میں فساد و نقص کے باعث جسم و روح انسانی پر عمل تحلیل شدت اختیار کر لیتا ہے۔ اس لئے ہر شخص خصوصاً مریض کی غذا میں خاص طور پر یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ عمل تحلیل کم ہو اور بدل ما تحلل زیادہ پیدا کیا جائے۔ ان دونوں مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اغذیہ ہمیشہ مقوی کہ اس سے عمل تحلیل کم واقع ہوتا ہے اور شدید بھوک کے وقت دی جائیں۔ تاکہ جلد جلد بدل، تحلیل تیار کر لیا کریں۔ (۲) غذا یہ ضرورت جسم کے مطابق ہونی چاہئیں یعنی کیفیاتی اور اختلاطی طور پر جسم میں جن صورتوں اور چیزوں کا نہ ہو، ان کو پورا کیا جائے۔ تاکہ مرض اور ماحول کا مقابلہ ہو سکے۔ (۳) اغذیہ میں یہ اہتمام ہونا چاہئے کہ اغذیہ ہمیشہ وبائی امراض کے لئے بالخاصہ مفید ہوں یعنی ان کے کھاری پن و ترشی اور نمکینی کو ضرور مدنظر رکھیں۔ اگر ضروریات جسم کیمیاوی تقویت کو قائم رکھتی ہیں تو غذا کا بالخاصہ امراض کے لئے مفید ہونا مشینی صورت کو صحیح قائم رکھتا ہے۔

تاکید

اس امر سے بالکل نہ گھبرائیں کہ مریض نے کافی عرصہ سے غذاء نہیں لی یا مریض شدت سے غذا طلب کر رہا ہے۔ مگر اس کے معدہ میں شدید اور نقص ہے، اور غذا بند کر دی گئی ہے۔ ایسی صورت میں دوائیں غذاء کی شکل میں مثلاً جوارشیں، چٹنیاں، خمیرا جات، یاقوتیاں دے سکتے ہیں۔ جن سے نہ صرف بھوک بند ہو جاتی ہے بلکہ قوت قائم رہتی ہے۔ اسی طرح دوائے غذائی کی صورت بھی مفید ہو سکتی ہے۔ مثلاً مربہ جات، رب، عرقیات اور چائے کا جوشاندہ (قہوہ) وغیرہ، اسی طرح دیگر اشیاء کے جوشاندے بھی دیئے جا سکتے ہیں۔

نزلہ زکام وبائی میں مفید اغذیہ

غذاء کے متعلق یہ قانون ذہن نشین کر لیں کہ وہ اشیاء دی جائیں جو قلیل الاجزاء اور کثیر الاغذیہ ہوں۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کو سمجھنے کی بے حد ضرورت ہے کہ کونسی اشیاء کثیر الاغذیہ ہیں اور کونسی اشیاء قلیل الاغذیہ ہیں۔ ایسی اشیاء بھی ہو سکتی ہیں جن میں حرارت کی زیادتی ہوتی ہے۔ مثلاً گوشت، انڈے، دودھ وغیرہ۔ چونکہ ان میں بھی ریاحی عناصر ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر یہ کوشش کی جائے کہ غذا کی تیاری میں ایسی صورتیں پیدا کی جائیں کہ ان کے ریاحی عناصر بھی زیادہ سے زیادہ کم کر دیئے جائیں۔ مثلاً گوشت کے شوربے یا ان کے نچوڑ (جوس) تیار کر لئے جائیں۔ اسی طرح گوشت میں بھی ایسے لئے جائیں جن میں حرارت کی زیادتی ہو، جیسے پرندے کا گوشت جن میں تیتر، بٹیر اور مرغ کے چوزے قابل ذکر ہیں۔ پرندوں کے گوشت کے بعد بکری کے گوشت میں تمام گوشتوں سے حرارت زیادہ ہے۔ اس کے بعد بھیڑ یا گائے اور بھینس کے گوشت ہیں۔ گویا جس قدر بھاری بھر کم جانور ہوگا، اس میں حرارت کی کمی ہوگی۔ گوشت کے بعد انڈوں کے شوربے بھی بے حد مفید ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح مچھلی کا

شوربا بھی مفید ہے۔ دودھ کی صورت میں اس کو پھاڑ کر صرف دودھ کا پانی شہد میں ملا کر دیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں دودھ نہ صرف خمیر سے خالی ہوتا ہے بلکہ دفع خمیر و نقص ہوتا ہے۔

اگر ایسی عمدہ غذائیں میسر نہ ہوں، تو دیگر اغذیہ میں مصالحہ جات ڈال کر ان کو گرم اور زود ہضم بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً سبزی کے شوربہ جات، جن میں نخود، پالک، ٹماٹر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ طاقت کے لئے بعض قسم کے حریرے اور حلوہ جات بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ غرض اشیاء میں حرارت کی زیادتی جہاں کثیر الاغذا ہیں وہاں پر زود ہضم بھی ثابت ہوتی ہیں۔ ہمیشہ امراض میں غذاء کے مسئلہ کو اسی قانون کے تحت ترتیب دینا چاہئے۔

فرنگی طب میں غذاء کا مسئلہ بے حد ناقص ہے۔ وہ ہر غذاء میں جو کسی تندرست انسان کے لئے ہو یا مریض کے لئے غذا کے تمام اجزاء پر زور دیتا ہے یعنی اس کی تحقیقات کے مطابق ہر غذا میں (۱) پروٹین - اجزاء لحمیہ (۲) فیٹ - چکنائی (۳) کاربوہائیڈریٹ - نشاستہ (۴) سالٹ - نمک (۵) واٹر - پانی (۶) اور اگر پانچوں اجزاء کے ساتھ وٹامن (حیاتین) کا ہونا ضروری ہے۔ مگر فرنگی طب اس حقیقت کو ہمیشہ نظرانداز کر جاتی ہے کہ ہر شخص میں کسی نہ کسی جز کی زیادتی ضرور ہوتی ہے۔ اور کسی نہ کسی وٹامن کا اثر غالب ہوتا ہے۔ اس مریض کو ایسی اغذیہ دینی چاہئیں جن کی کمی پائی جائے۔ لیکن ان کے ہاں ایسا کوئی قانون نہیں ہے۔ اس غذا کے غلط استعمال سے ان کے اکثر مریض نقصان اٹھاتے ہیں۔ یا نقصان میں رہتے ہیں۔ ان کی اس خرابی کو ہسپتالوں اور فرنگی ڈاکٹروں کے مطبوں میں جا کر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک وٹامن اور کچی سبزیوں کے استعمال کا تعلق ہے، یہ ایک طویل بحث ہے۔ یورپ اور امریکہ اس سے خود ناواقف ہے۔ امریکہ سے غذاء کے مسئلہ پر بحث و تحیث میں ہم نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، اور ان کو چیلنج کیا ہے کہ وہ وٹامن اور سبزیوں کے متعلق بطور اغذیہ کچھ نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہیں تو ہمارا چیلنج قبول کریں۔ دوسرے یہ بھی چیلنج کیا ہے کہ جہاں تک غذاء میں خواص اشیاء کا تعلق ہے، اس میں ان کا علم نامکمل اور غلط ہے۔ اس کے متعلق بھی ان کو چیلنج کیا ہے۔ بہت جلد ان شاء اللہ تعالیٰ وہ مضامین کتاب صورت میں شائع کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ